براہین ماتم

از قلم حضرت مبلغ اعظم مدظلہ العالی

ناشر

مکتبہ شیعہ دار التبلیغ لائل پور

قیمت :- ۱/۵۰

حضرت مبلغ اعظم مدظلہ العالی

براہین ماتم

از قلم حضرت مبلغ اعظم مدظلہ العالی

مرتبہ

ناصر حسین ناصر تلمیذ حضرت مبلغ اعظم مدظلہ العالی

ناشر

مکتبہ شیعہ دار التبلیغ طارق آباد لائلپور

قیمت :- ایک روپیہ پچاس نئے پیسے

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَوَّرَ قُلُوْبَنَا بِوِلَاءِ الْحُسَیْنِ وَ اَجْلٰی عُیُوْنَنَا بِالْبُکَاءِ فِیْ عَزَاءِ الْحُسَیْنِ ثُمَّ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اٰبَاءِ الْحُسَیْنِ وَ اَبْنَاءِ الْحُسَیْنِ ط

اما بعد۔ مبلغ اعظم سب ارباب تنظیم کو جب ایک ایک کر کے شکست دے چکے تو مولوی دوست محمد صاحب قریشی نے ایک گستی کھلی چٹھی عزاداری کے خلاف لکھ کر سستی شہرت حاصل کرنی چاہی۔ اور تفاخر کی بنا پر فضلا شیعہ کو بھی چیلنج کر دیا۔ مگر خدا خیر رکھے حضرت مبلغ اعظم کو جنہوں نے فی البدیہہ الیا منہ توڑ جواب دیا۔ جس کا آجتک قریشی صاحب سے جواب نہ بن سکا۔ پہلے وہ اخبار صداقت میں شائع ہوا۔ اس کے بعد اخبار اسد نے افادہ مومنین کی خاطر اسکو شائع کیا۔ مگر جواب میں صدائے برخواست سوائے کا نبت و سعل کے کچھ نہ ہوا۔

اس کے بعد اکثر مومنین کی خواہش ہوئی کہ اسکو کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے۔ چنانچہ مکتبہ شیعہ دار التبلیغ نے اس بار کو اٹھایا اور ہمیں حکم ہوا کہ تعلیقہ کتابی صورت میں مرتب کر کے ادارہ کے پیش کروں چنانچہ

چنانچہ ہم نے امتثالاً للامر مکرم استاد کے مضامین جمع کرکے کتابی صورت میں مومنین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعی کی اپنی استعداد کے مطابق مطمئن ہو جائیں گے۔ اور رگ باطل کٹ جائے گی۔ اسکو ہم بارگاہ سید الشہداء علیہ السلام میں نذر کرتے ہیں۔ اور ان سے ملاء اعلیٰ میں شفاعت اور دعا کے مستدعی ہیں۔

ان ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا باللہ

فقط

ناظم امور شیعہ دار التبلیغ

مکتبہ شیعہ دار التبلیغ لاہور

مرزا احمد علی لاہوری، مکفایت حسین، محمد اسماعیل، محمد بشیر اور

جملہ اکابرین مذہب اہل تشیع کے نام

مبلغ
صدر تحریک تنظیم اہلسنت پاکستان حضرت العلامہ مولانا دوست محمد قریشی

کی

کھلی چٹھی

واضح فرمائیے :۔ ۱۔ کہ کیا موجودہ طور پر مراسم عزاداری بہئیت کذائیہ دیا بایں
طرز طریق) مذہبی حیثیت سے فرض ہے ۔ سنت یا مستحب یا بدعت،

۲۔ اگر فرض ہے تو آپ بحوالہ رکوع وسورہ تحریر کیجئے۔ اور اگر سنت ہے
تو فرمائیے کہ سنت رسول ہے یا سنت آئمہ

۳۔ اگر سنت رسول ہے تو سنت قولی ہے یا فعلی

۴۔ اگر سنت قولی ہے تو ثابت کیجئے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس
سینہ کوبی۔ زنجیر زنی۔ ماتمی جلوس، سیاہ لباس گھوڑا نکالنے کا کہیں حکم فرمایا؟

۵۔ اگر سنت نبوی ہے تو کیا حضور علیہ السلام نے گذشتہ انبیاء علیہم السلام کی یاد میں ایسا کیا۔

۶۔ اگر سنت آئمہ ہے تو ثابت کیجئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سرورِ کائنات کی وفات کے بعد آپ کی یادگار میں بہیئت کذائیہ تعزیہ بنایا اور ماتم کیا۔

۷۔ کیا سیدنا حسینؓ کی شہادت کے بعد کسی امام نے ایسے اعمال کا ارتکاب کیا اگر کیا ہے تو اپنی کتابوں سے اس کا ثبوت بہم پہنچائیں۔ اور ایک ایک حدیث کے مقابلہ میں ایک ایک سو روپیہ انعام لیں۔ ورنہ اعلان کر دیں کہ موجودہ طرزِ عزاداری یقیناً خلافِ شرع ہے۔ اور بدعت ہے۔

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

منتظر جواب

فقیر دوست محمد قریشی عفی عنہ

دعوتی حضرات کو دعوتِ عام

بنقضِ ادلہ عزاداری امام علیہ السلام

ایک ایک دلیل کے مسکت خصم جواب پر سو سو روپیہ انعام

ھائی کورٹ کا آخری فیصلہ ناطق ھوگا۔

اخبار دعوت مجریہ یکم ذیقعدہ ۱۴۰۵ھ میں ایک کھلی چیلنج ملاں دوست محمد دعوتی کی طرف سے علمائے شیعہ خیرالبریہ کے نام بجائے اثبات مسئلہ عزاداری امام مظلوم شائع ہوئی ہے جس میں حقیر کے علاوہ ہماری قوم کے مایہ ناز فضلائے عظام و نبلائے کرام کے نام بھی برائے تحصیل شہرت درج ہیں جس کا مطلب غریب عوام کو ابھارنا اور اُکسانا ہے ، ورنہ ملاں دوست محمد صاحب کی حقیقت علمیت ، قابلیت ، مطالعہ ۔ مناظرہ ہم جانتے ہیں ۔ اور قبل ازیں سب کچھ منصہ شہود پر آچکا ہے ۔ اور حقیر آپ کی ہر بات میں خامی تو اجاگر کر چکا ہے ۔ عزاداری اور دیگر مسائل پر متعدد بار خامہ فرسائی اور طبع آزمائی ہو چکی ہے ۔ جس کا جواب الجواب آجتک ندارد ، حضرت کے مناظروں کی کامیابی کا معیار آجتک یہی رہا ہے ۔ کہ لوگ شیعہ ہوگئے اور کامیابی

اہلسنت کو ہوئی مگر آج پیر پرستی شہرت کے لئے میدان گرم کرنا چاہتے
ہیں۔ سو ہمارے نفلطیے نامدار کثرہم اللہ و ایدہم کو تکلیف
کی ضرورت نہیں۔ وہ اسوقت بولیں۔ جب کوئی سُنّی عالم بولے گا۔
دعوتی ملاؤں کی خدمت کے لئے بندہ حاضر ہے تحریراً یا تقریراً جس طرح
چاہیں۔ کوئی عذر نہیں ہوگا۔ اثبات عزاداری امام مظلوم میں ہم جتنے دلائل
پیش کریں! اصول فقہ اور اصول تفسیر و حدیث و اصول مناظرہ کو مد نظر رکھتے
ہوئے ایک ایک دلیل کا مسکت خصم جواب باصواب دینے پر دعوتی ملاؤں کو
ایک سو روپیہ انعام دیا جائیگا۔ تصفیہ نزاع کے لئے ہائی کورٹ لاہور
کا آخری مدلل فیصلہ ناطق ہوگا۔ اگر دعوتی صاحب چاہیں تو ہمیں بذریعہ
ہائی کورٹ لاہور چیلنج کرکے قسمت آزمائی کرلیں۔ ہم عدالت میں اپنے
دلائل کی تائید اور تاکید کیلئے حاضر ہو جائینگے۔ بصورت عدم جواب مسکت
خصم ملاں دعوتی کو حسب وعدہ خود ہماری ایک ایک دلیل کے بدلے
سو سو روپیہ کے علاوہ یہ بھی لکھکر دینا ہوگا۔ کہ عزاداری امام مظلوم
علیہ السلام کا مسئلہ شرعی اور اسلامی حق ہے۔ آئندہ اہلسنت کو
اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ فقط

(محمد اسمٰعیل)

اصل حقیقت

مسئلہ کا اختلاف نہیں، بلکہ پس پردہ کچھ اور حقیقت ہے۔ لہذا میں موجودہ عزاداری کی شرعی حیثیت اور دلائل نقل کرنے سے پہلے شیعوں کے ماتم کرنے کی غرض اور سنیوں کے روکنے کی غرض اور فلسفہ ماتم حسین باقوال علمائے اہلسنت عرض کئے دیتا ہوں تاکہ اصل حقیقت منصہ شہود پر آ جائے اور لوگ دشمنانِ آل محمدؐ کے فریب سے بچ جائیں۔ کیونکہ وہ عزاداری کو مٹا کر آل محمدؐ کا مذہب مٹانا چاہتے ہیں:۔

فلسفہ ماتم حسین بقول شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی

شاہ صاحب جن کی ذات پر اہلسنت کی چکی گھومتی ہے اپنی کتاب "سر الشہادتین" میں فرماتے ہیں۔ کہ شہادت حسینؑ دراصل رسالت مآب کی شہادت ہے حسینؑ ہمارے اسی شہادت میں نائب مناب سرکار دو عالم ہیں چونکہ شہادت دو قسم کی ہوتی ہے۔ سری اور علانیہ لہذا ہر دو شہزادوں پر تقسیم ہوگی۔ سبز قبا کو سری شہادت کا حصہ ملا اور شہزادہ سرخ پوش ذبیح نینوا کو شہادت اعلانیہ سے مخصوص ہوئے اور شہادت اعلانیہ کی بنیاد اعلان شہرت پہ ہے۔ پہلے اس کا اعلان جبرائیلؑ اور دیگر ملائکہ کی زبان

سے نازل کیا گیا ہے۔ دوم نعین مکان شہادت و زمان شہادت ہوئی۔ پھر جنگ صفین کے موقعہ پر امیر المومنین کی زبان سے اعلان کرایا گیا۔ پھر بعد شہادت آسمان سے خون کا برسنا۔ مٹی کا خون ہونا۔ ہاتف غیبی کی آوازیں جنات کی آہ و بکا۔ لاشوں پر شیروں اور پرندوں کے پہرے۔ قاتلوں کو ہولناک سزائیں امور خارق عادت، سب شہرت شہادت کے اسباب بنائے گئے تھے، دیکھو تحریر الشہادتین۔ شرح سر الشہادتین از ۱۶ تا ۱۸ اس کے بعد اصلی عبارت درج ہے تاکہ موجودہ عزاداری اور شور و شیون آہ و بکاء جملہ اسباب شہرت کی وجہ سمجھ میں آجائے۔

من أسباب الشهرة ليطلع الحاضرون والغائبون على وقوعها بالبقاء البكاء والحزن المتمر وتذكر تلك الوقائع الهائلة في امته الى يوم القيامة فقد بلغت نهاية الشهرة في الملاء الاعلى والاسفل والغيب والشهادة والجن والانس والناطق والصامت (تحریر الشہادتین شرح سر الشہادتین مع حاشیہ المتن فارسی صفحہ ۲۶)

ترجمہ۔ یہ اسباب شہرت اس لئے قدرت نے پیدا کئے تاکہ حاضر اور غائب مطلع ہو جائیں اس واقعہ کے وقوع پر بلکہ آہ و بکا و دائمی حزن و ماتم ان ہولناک واقعات کا ذکر قیامت تک جاری اور ساری رکھنا امکی صرف

یہ توجہ ہے کہ عالم بالا عالم دنیا جن و انس صامت و ناطق سب اس واقعہ کی شہرت سے مطلع ہو جائیں۔

لیجئے حضرات ذکر حسینؑ ماتم حسینؑ اور جلوس عزا کی اصل وجہ یہ ہے اب فرمائیے کہ اسباب شہرت کون اختیار کر رہے ہیں اور انکو مٹانے کے لئے کون کوشاں ہیں۔ تاکہ دوست دشمن کی تمیز ہو جائے۔ جلوس کو روکنے والوں کی نیت معلوم ہو جائے۔ کیوں جناب! شاہ صاحب غلط سمجھتے ہیں۔ یا آپ ہی نواصب کا پارٹ ادا کر رہے ہیں۔

شاہ صاحب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ قدرت کی منشا شہادت حسینؑ کو شہرت دینا اور اس کا اعلان کرنا ہے اور شہرت مستلزم عظمت و اہمیت واقعہ ہے۔ ہر شخص اپنے محبوب کا اس لئے نوحہ و ندبہ کرتا ہے کہ لوگ اس واقعہ کی عظمت کے قائل ہو کر شریک غم ہو جائیں۔

مفہوم ماتم بقول مولوی جامی علیہ الرحمۃ

جیسا کہ مولوی جامی اپنی مشہور کتاب شرح جامی صفہ الجر بحث حکم المندوب یوں فرماتے ہیں۔ المندوب فی اللغۃ میت یبکی علیہ احد و یعد محاسنہ لیعلم الناس ان موتہ امر عظیم لیعذرہ فی البکاء و یشارکوہ فی التفجع کہ مندوب جس کا ندبہ کیا جاتا ہے

لغت میں اس مرحوم یا مقتول کو کہتے ہیں جس پر کوئی اس سے غرض سے بولے
کہ لوگوں کو اسباب گمان پتہ چل جائے۔ کہ انکی موت ایک امر عظیم ہے تاکہ رونے
میں اسکو معذور سمجھیں۔ بلکہ شریک غم ہو جائیں یہ اصل تعریف ندبہ۔

اب اگر یہ مطابق واقعہ ہو تو جائز اگر تکلف اور تصنع ہو تو حرام مثلاً
میت کی موت امر عظیم نہ ہو۔ اس کے محاسن قابل اتباع اور قابل تقلید نہ ہوں
اسکی ذات واجب المحبت نہ ہو۔ لوگوں کو شریک غم کرنا شرعاً منع ہو ایسی جگہ
یہ ندبہ منع ہوگا۔ مگر اب فرمائیے غریب الدیار کشتۂ جور وجفا مظلوم کربلا فرزند
رسول جگر گوشۂ بتول کا بیرحمانہ قتل امر عظیم نہیں؟ کیا آپ کے محاسن گن گن کر
لوگوں کو سنانا کار ثواب نہیں؟ کیا اس سانحہ جانکاہ اور عظمت حسین کی
لوگوں کو خبر دینا ضروری نہیں؟ تاکہ وہ شیعہ کو اس گریہ و ماتم میں
شریک غم ہو جائیں۔

اب فرمائیے شیعہ اپنے امام بازوں میں روئیں یا جلوس بازاروں میں
لائیں اور لوگوں کو پھرائیں تاکہ لوگوں کو اس امر عظیم کی عظمت معلوم ہو جائے آپ
کے محاسن بذریعہ مراثی سنیں اور شیعہ کو ماتم آہ و بکا میں معذور سمجھیں۔ بلکہ شریک
غم ہو جائیں۔ جو لوگ ان جلوسوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ فلسفہ شہادت
کو مٹانا چاہتے ہیں۔ عظمت حسین کو گھٹانا چاہتے۔ مگر محبان شاہ
تا بہ لب اسکو مٹنے نہ دیں گے۔

شیعو! تمہارا امام ھل من ناصر کا استغاثہ کرتا ہوا دنیا سے گیا ہے
اب تو عزاداری مظلوم کو عام کرو۔ لوگوں کو اس امر عظیم سے آگاہ کرو۔ خود
روؤ اور دیگروں کو شریک غم ہونے کی دعوت دو۔ تاکہ مظلوم کی شہرت شہادت
عالمگیر ہو جائے۔ اس شہادت سے حقیقی اسلام زندہ ہو۔ اور ظلم مٹ کر
قرآن زندہ ہو۔ تمہاری نجات اسی میں ہے۔

اب علامہ ابن کثیر کی زبانی سنئے کہ شیعہ ماتم حسین کیوں کرتے ہیں

غرض شیعہ از ماتم حسینؑ بقول علامہ ابن کثیر دمشقی شافعی سنی

وقد اسرف الروافض فی دولة بنی بویه فی حدود الاربعمائة وما
حولها فکانت الدبادب تضرب ببغداد ونحوها من البلاد فی یوم
عاشوراء ویذر الرماد والتبن فی الطرقات والاسواق وتعلق المسوح
علی الدکاکین ویظهر الناس الحزن والبکاء وکثیر منهم لا یشرب الماء
لیلتئذ موافقة للحسین لانه قتل عطشانا ثم تخرج النساء
حاسرات عن وجوههن ینحن ویلطمن وجوههن وصدورهن
حافیات فی الاسواق الی غیر ذلک من البدع الشنیعة والاهواء
الفظیعة والهتائک المخترعة وانما یریدون بهذا واشباهه
ان یشنعوا علی دولة بنی امیة لانه قتل فی دولتهم

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۰۲ جلد ششم مطبوعہ مصر)

کرو، فقش نے حکومت بنی بویہ میں چار سو میلی اور اس کے ماحول میں بڑا اسراف کیا۔ یوم عاشورہ بغداد اور باقی شہروں میں طبل بجائے جاتے تھے۔ اور خاک اڑائی جاتی تھی۔ راستوں اور بازاروں میں گھاس ڈالا جاتا۔ دکانوں میں ٹاٹ لگائے جاتے تھے۔ حزن و بکا ظاہر ہوتا تھا۔ بہت لوگ ان میں سے اس دن پانی نہیں پیتے تھے تاکہ حسین علیہ السلام سے موافقت ہو جائے کیونکہ آپ پیاسے قتل کئے گئے ہیں۔ پھر عورتیں برہنہ سر باہر آتی تھیں نوحہ ماتم کرتی اور سینہ پیٹتی تھیں۔ ننگے پاؤں بازاروں میں چلتی تھیں۔ وغیرہ وغیرہ اس قسم کے اور بھی بدعات شنیعہ اور خواہشات فضیحہ کرتے تھے۔ ان کی غرض اس سے دولت بنی امیہ پر طعن و تشنیع اور ان کے ظلم کا اظہار تھا کیونکہ حسینؓ مظلوم انکی حکومت و دولت میں بے گناہ مارے گئے تھے۔"

آپ کو معلوم ہو گیا کہ شیعہ کا مقصد ماتم حسین سے شہرت غم حسینؓ اور ظلم کے خلاف واویلا ہے۔ اب پرستاران یزید اس ماتم کو کون روک سکتا ہے۔ چنانچہ جب داران بنی امیہ ماتم سے قطع نظر ذکر حسینؓ سے رد کرتے آئے ہیں۔

غرض نواصب از منع ذکر حسین و ماتم حسین علیہ السلام

بقول غزالی ذکر حسینؑ حرام اور موجب بغض صحابہ ہے

قال الغزالی وغیرہ ویحرم علی الواعظ وغیرہ روایۃ مقتل الحسنؑ والحسینؑ وحکایاتہ وما جری بین الصحابۃ من التشاجر والتخاصم فانہ یھیج علی بغض الصحابۃ والطعن فیھم (صواعق محرقہ ص۱۳۳ مطبوعہ مصر)

امام غزالی اور در آمدی وغیرہ نے کہا کہ واعظ پر ذکر شہادت حسنؑ و حسینؑ حرام ہے اور اسکی حکایات کا بیان کرنا منع ہے۔ اور جنگ صفین اور جنگ جمل وغیرہ کے جھگڑے جو مابین صحابہ ہوئے ان کا ذکر بھی منع ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں بغض صحابہ کو ہیجان میں لاتی ہیں۔

صواعق محرقہ کے اسی صفحہ پر اہلسنت کے امام ہمام ابن صلاح جو اکابر آئمہ اور محدثین اہل السنۃ سے ہیں۔ ان کا صاف فتویٰ درج ہے کہ اما سب یزید ولعنہ فلیس شان المؤمنین وان صح انہ قتلہ او امر بقتلہ کہ یزید کو سب کرنا اور لعنت کرنا مومنین کی شان نہیں۔ اگرچہ یہ بھی صحیح ہو جائے کہ یزید خود قاتل حسینؑ ہے۔ یا اس نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ انتہیٰ اہل سنت تو یہ ہوئی۔

بقول مولوی رشید احمد گنگوہی صحیح ذکرِ حسینؑ بھی حرام ہے

بعض حضرات اس قول کی تاویل کیا کرتے ہیں کہ یہ ان روایات کی نسبت فتوٰی ہے جو غلط ہوں۔ اگر صحیح روایات سے پڑھا جائے تو ثواب ہے حرام نہیں مگر دیوبندیوں کے پیر و مرشد حضرت مولینا رشید احمد صاحب گنگوہی دیوبندیوں کے قطب الاقطاب نے اس تاویل کی بھی جڑ نکال دی ہے۔ چنانچہ دیکھئے فتاویٰ رشیدیہ ۹۳ "محرم میں ذکر حسینؑ کرنا اگرچہ بروایات صحیحہ ہو روافض کی وجہ سے حرام ہے۔ (فقط رشید احمد)

یوم عاشورہ اغمل نواصب برعکس شیعہ بقول ابن کثیر دمشقی

ملاحظہ فرمائیے

وقد عاكس الرافضة والشيعة يوم عاشوراء النواصب من اهل الشام فكانوا الى يوم عاشوراء يطبخون الحبوب ويغتسلون ويطيبون ويلبسون افخر ثيابهم ويتخذون ذالك اليوم عيدا يصنعون فيه انواع الاطعمة ويظهرون السرور والفرح يريدون بذالك عناد الروافض (البدايہ والنہایہ ص ۲۰۲ جلد ہشتم)

گو شیعہ کے برخلاف صبی لوگ اہل شام یوم عاشورہ خوشی کرتے تھے

کھانے پکانے غسل کرنے۔ خوشبو استعمال کرتے لباس فاخرہ پہنتے گویا اس دن کو عید بنانے قسم قسم کے کھانے پکانے فرح و سرور ظاہر کرتے یہ سب کچھ شیعہ کی ضد میں کرتے تھے۔

حضرات! ہم نے فلسفۂ ماتم غرض ماتم شیعہ اور نواصب کے اعمال آپکے سامنے کتب اہلسنت سے جدا جدا الحمد دیئے ہیں۔ اب آپ غور کریں عزاداری کرنے والوں کی کیا غرض ہے۔ اور مٹانے والوں کی۔

قرآن خوانی کے بہانے ذکر حسینؑ کو روکنا بھی مکر یزید ہے

فلما سمع یزید ذالک استعمل لهم اجزاء القرآن وفرقها فی المسجد فکانوا اذا فرغوا من الصلوٰة وضعوها بین ایدیهم لیشغلوا بها عن ذکر الحسین فلم یشغلهم عن ذکره (مقتل ابی مخنف ص۱۳۴)

جب یزید کو معلوم ہوا کہ مساجد میں بعد نماز لوگ تذکرہ حسینؑ کرتے ہیں تو اس نے قرآن پاک کے پارے منگوائے اور انکو مساجد میں تقسیم کروا دیا کہ جب لوگ نماز سے فارغ ہوں تو ان کے سامنے فوراً یہ پارے رکھیں تاکہ ان میں مشغول ہو جائیں۔ اور ذکر حسینؑ بھول جائیں۔ مگر انکو ذکر حسینؑ سے کوئی چیز نہ روک سکی۔ آخر یزید اہلبیت کی رہائی کے لیے مجبور ہوا اور انپر عنایت کرنے لگا۔

آج بھی دعوتی لوگ یہی تجویزیں سوچ رہے ہیں اور نئے حیلے بنا رہے ہیں۔

تاکہ لوگ ذکر حسینؑ سے رک جائیں اور حقیقت نہ کھلے۔

خلاف عزاداری واویلا کی اصل حقیقت یہ ہے، اختلاف میں تو ایک بہانہ ہے۔ مگر ہم اس بہانہ کی حقیقت بھی آپ کے سامنے رکھدیں گے کہ یہ بھی کمزور اور تار عنکبوت ہے۔ اور عزائے امام مظلوم ہزارہا دلائل سے ثابت ہے مگر یہ مشت نمونہ از خروارے ابھی عرض ہو رہا ہے۔

موجودہ عزاداری بہیئت کذائیہ

موجودہ عزاداری بہیئت کذائیہ کا تعلق فقہ سے ہے نہ کلام سے اور فقہی احکام کے ارکان اربعہ کتاب وسنت اجماع اور قیاس سے مستنبط ہیں دیکھو۔
(توضیح والتلویح ص۱۷ نور الانوار ص۷ حسامی ص۲ اصول الشاشی ص۱)

پس ہمارا دعویٰ ہے کہ عزاداری موجودہ بہیئت کذائیہ مجموعہ ہے۔ چند امور کا جس میں بعض چیزیں واجب اور بعض سنت اور مستحب ہیں۔ اور مباح اور بعض جائز موجب ثواب کے درجہ میں داخل ہیں۔ کتاب وسنت سے بعبارۃ النص اور دلالت النص اشارۃ النص۔ اقتضاء النص، اجماع اور قیاس ادلہ صحیحہ شرعیہ سے سب کا ثبوت موجود ہے۔ یعنی ادلہ اربعہ شرعیہ سے مسئلہ عزاداری ثابت ہے جس کی تفصیل آئندہ انشاء اللہ آرہی ہے۔۔۔
اب نمبر وار جوابات سنئیے۔

سوال دعوتی

سوال نمبر ۱۔ کہ کیا موجودہ طور پر مراسم عزاداری بہئیت کذائیہ بایں طرز وطریق مذہبی حیثیت سے فرض ہے یا سنت ہے یا مستحب یا بدعت۔

الجواب

مجموعی طور پر من حیث الکل عزاداری کو فرض یا سنت کہنا یا ثبوت مانگنا سائل کی مسائل شرعیہ بلکہ اصول اسلامیہ سے جہالت ہے۔ اصول اسلامیہ نماز روزہ، حج، زکوٰۃ سے کوئی چیز بھی بہئیت کذائیہ من حیث الکل تمام کی تمام فرض یا سنت نہیں بلکہ ہر اصل بہئیت کذائیہ مجموعہ ہے۔ فرض سنت مستحب، مباح اور بدعت حسنہ کا مثلاً نماز میں چھ چیزیں فرض ہیں تکبیر تحریمہ قیام، قرأت، رکوع، سجود اور قعدہ آخیرہ مقدار تشہد اور ثانی قرأت فاتحہ ضم سورہ مراعات الترتیب قعدہ اولیٰ قرأت تشہد فی الآخرۃ قنوت فی الوتر تکبیرات عیدین، جہری نمازوں میں جہر، سری میں اخفاء واجب ہیں رفع الیدین قرأت ثناء ارسال الیدین عند المالک او وضع الیمین علی الیسار عند ابی حنیفہ۔ آمین، قومہ، جلسہ، تسبیح سنت ہیں طول قرأۃ اطمینان وغیرہ مستحب ہیں۔

(دیکھو ہدایہ صہ ۹۹، فتح القدیر صہ ۱۱ جلد ما)

نماز تراویح باایں ہیئت کذائیہ بدعت حسنہ ہے دیکھو صحیح بخاری ج (۱) ص ۲۶۹

اب نماز کی نسبت یہ سوال کرنا کہ نماز باایں طرز و طریق تمام کی تمام مجموعی طور پر فرض ہے یا سنت یا مستحب ہے۔ سائل کی جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ موجودہ نماز میں ہیئت کذائیہ کتنی چیزیں فرض کتنی واجب کتنی سنت کتنی مستحب اور کتنی نعم البدعت ہیں۔ تو صحیح ہوگا۔ باقی رہا دعوئی صاحب کا باایں ہیئت کذائیہ پر زور دینا۔ اپنے مذہب سے جہالت کا نتیجہ ہے اور سنت کے مفہوم سے عدم واقفیت پر دال ہے۔ سو ہماری گذارش ہے کہ اگر اصول اور یعنی جواز اور عدم جواز کے دلائل کی ضرورت نہیں اور سوال صرف ہیئت کذائیہ کا ہے تو قریشی صاحب کو چاہئے کہ پہلے اپنے مذہب کی ہیئت کذائیہ باایں طرز و طریق ثابت کرلیں۔ اس کے بعد شیعہ سے یہ سوال کریں۔

مثلاً پہلے خلفائے ثلاثہ کی خلافت ثابت کرلیں کہ اس کا ثبوت قرآن میں ہے یا حدیث میں اگر قرآن میں ہے تو خلافت کو لفظی ہماں آیات پیش کریں۔ اگر حدیث میں ہے تو اجماع کو جواب دے کے حدیث کی طرف آئیں اور صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۰ میں ہے لَمْ یَسْتَخْلِفْ رَسُوْلُ اللّٰہِ کہ رسول اللہ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔ قول حضرت عمرؓ سامنے رکھکر جواب دیں ورنہ اس خلافت ثلاثہ کو بھی بدعت تسلیم کریں اور کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ کا مصداق سمجھیں

بدعت دوم:۔ اپنے مذاہب اربعہ یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کا وجود

تا ہیں مبین گذا ئمہ بایں طرز و طریق حدیث یا قرآن سے ثابت کریں کہ تقلید شخصی
واجب ہے۔ اور حق منحصر مذہب اربعہ میں ہے۔ اور انکی فقہ کا وجود بایں
ہئیت گذائیہ عہد رسالت مآب یا عہد صحابہ میں دکھلائیں اور ثابت کرتے وقت
یہ قول شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کا جو حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۴۰ میں ہے
سامنے رکھیں کہ لم یکن الفقہ فی زمانہ الشریف مدوّناً ولم یکن البحث فی
یومئذ مثل البحث من ہؤلاء الفقہاء حیث یبیّنون باقصیٰ جہدھم الارکان
والشروط والآداب کل شیئ ممتازاً من الآخر بدلیلہ ویفرضون الصور
ویتکلمون علی تلک الصور المفروضۃ۔ (حضور کے زمانہ میں فقہ مدوّن نہ تھی
احکام شرع میں اس دور میں بحثیں نہ ہوتی تھیں۔ جیسے یہ فقہا کرتے ہیں۔ جو
انتہائی جہد جہد سے ارکان و شروط بیان فرما رہے ہیں۔ اور ہر چیز کے آداب ایک
دوسرے سے ممتاز کر رہے ہیں اور فرضی صورتیں تراش کر ان پر کلام کر رہے ہیں۔
اور حجۃ اللہ البالغہ کا باب حال الناس قبل المائۃ الرابعۃ وبعد صفحہ ۱۵۲
مطبوعہ مصر میں یہ [illegible] ملاحظہ فرمائیے:۔

اعلم ان الناس کانوا قبل المائۃ الرابعۃ غیر مجمعین علی التقلید
الخالص لمذھب واحد بعینہ قال ابو طالب المکی فی قوت القلوب
ان الکتب والمجموعات محدثۃ والقول بمقالات الناس والفتیا بمذھب
الواحد من الناس واتخاذ قولہ والحکایۃ لہ من کل شیئ والتفقہ علی

مذهب ما لم يكن الناس قديما على ذالك في القرنين الاول والثاني و بعد القرنين حدث فيهم شيء من غير ان اهل المائة الرابعة لم يكونوا مجتمعين على التقليد الخالص على مذهب واحد۔ کہ لوگ چوتھی صدی سے پہلے ایک مذہب پر جمع نہ تھے نہ ایک مذہب کی تقلید خاص کرتے تھے۔ ابوطالب مکی نے قوت القلوب میں کہا کہ کتابیں اور مجموعہ جات سب بدعت اور محدثات ہیں اقوال الناس کا نقل کرنا مذہب واحد پر فتویٰ دینا فقہ پڑھنا قرن اول و ثانی میں بالکل نہ تھا۔ یہ چیزیں دونوں قرنوں کے بعد حادث ہوئی ہیں حتیٰ کہ چوتھی صدی کے لوگ بھی ایک مذہب پر جمع نہ تھے۔ الخ

کیوں صاحب:۔ یہ آپ کے چاروں مذہب اس ہیئت کذائیہ با بدعت ثابت ہوئے یا نہیں۔ اگر ان کے ملنے کا حکم باین ہیئت کذائیہ ثابت کرو۔ یا قرن اول یا ثانی میں ان کا وجود مسعود باین ہیئت کذائیہ دکھلادو تو ایک ایک حدیث کے بدلے ہزار ہزار روپیہ انعام لو۔ اگر یہ باوجود بدعت بھی مقبول ہیں تو صرف عزاداری حسین مظلوم ہی پر زور کیوں ہے۔ جس کے ہزاروں ثبوت موجود اور تمہارے ائمہ اربعہ کے مذاہب سے بھی زیادہ مشہور ہیں۔

اگر یہ کہو کہ اسوقت ان کی ضرورت نہ تھی۔ لوگ رسول اللہ کو دیکھکر وضو کر لیتے تھے نماز پڑھ لیتے تھے، یعنی اصل موجود تھی۔ ہم کہیں گے کہ اسوقت تعزیہ اور ذوالجناح کی ضرورت نہ تھی حسنینؑ موجود تھے انکا گھوڑا

موجود تھا۔ لوگ دیکھکر متاثر ہوتے تھے۔ محبت کرتے تھے رسول اللہؐ ذکر حسینؑ
کرتے تھے۔ لوگ سنتے تھے رسول اللہ مصائب حسینؑ بیان کرکے روتے تھے لوگ
سُنکر روتے تھے۔ اصل کے ہوتے نقل کی کیا ضرورت تھی۔ ہاں ماتم حسینؑ ہوا ذکر
حسینؑ ہوا لوگ روئے۔ رسول اللہ روئے۔ ثبوت عنقریب آرہا ہے۔

بدعت سوم:۔ اپنے حضرت عمرؓ کی نعم البدعت تراویح شریف یا ہیئت کذائیہ
جس طرح آجکل پڑھی جاتی ہے۔ یا جماعت با مواظبت بعد نماز عشاء۔
مثلاً ختم حفاظ کی خریداری۔ بیس رکعت، پورا مہینہ رمضان شریف لفظ
تراویح اگر حدیث مرفوع متصل صحیح سے دکھلا دیں تو فی حدیث منہ مانگا انعام
پاویں گے۔ مگر ثابت کرتے وقت حضرت عمرؓ کا یہ قول مشکوٰۃ شریف ص۱۱۵ ہے۔

والناس یصلّون الصلوٰۃ قارءھم قال عمر نعمۃ البدعۃ

کہ لوگ اپنے قاری کے ساتھ نماز تراویح پڑھ رہے تھے۔ حضرت
عمر نے دیکھکر فرمایا۔ بدعت ہے مگر اچھی ہے۔ پیش نظر رہے کیوں صاحب
اگر حفظ قرآن بقاء قرآن کی خاطر بہ اہتمام یہ احترام بدعت عمر یہ ہو سکتا ہے
تو بقاء ذکر شہادت کی خاطر یا اہتمام برائے عزاداری کیوں نہیں ہو سکتا۔ جبکہ
قرآن اور اہلبیت دونوں کی بقاء ضرورت ہے۔ اور ان کا افتراق محال ہے

نمبر۴ **بدعت چہارم:۔** اپنے حضرت عثمان کی اذان اوّل بروز جمعہ بھی بحدیث
رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت کیجئے۔ اور انعام لیجئے۔ مگر ثابت کرتے

د ذوت بخاری شریف ص۱۲۴ جلد اول مطبوعہ اصح المطابع باب الاذان یوم الجمعہ سے یہ روائت سامنے رکھئے:۔

عن السائب بن یزید قال کان النداء یوم الجمعۃ اولہ اذا جلس الامام علی المنبر علی عہد النبی وابی بکر و عمر فلما کان عثمان وکثر الناس زاد النداء الثالث علی الزوراء قال ابو عبد اللہ الزوراء موضع بالسوق بالمدینۃ:۔

کہ سائب بن یزید سے روائت ہے کہ روز جمعہ صرف اول اذان ہوا کرتی تھی۔ جب امام ممبر پر بیٹھتا۔ بزمانہ رسالتمآب اور بعہد ابوبکر و عمر۔ لیکن جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے تو تیسری اذان بڑھا دی گئی۔ جو بازار مدینہ میں مقام زوراء پر کہی جاتی تھی۔

اور زرقانی شرح مواہب لدنیہ صفحہ ۵۲ سے یہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ پھر ہشام بن عبدالملک نے عثمان کے اسی برس بعد حکم دیا کہ یہ اذان مجدثہ عثمان مسجد کے اندر کہی جائے۔ چنانچہ آجتک یہی مروج ہے۔ پھر فرمائیے۔ کہ اذان جمعہ بہئیت کذائیہ سنت عثمان یا ہشام ہے یا سنت رسول۔ اگر یہ سنت ہشام ہے۔ اور اس کا اہتمام باوجود بدعت ہونے کے موجب ثواب سمجھا جاتا ہے۔ تو عزاداری مظلوم پر کس منہ سے اور کس اصول سے اعتراض

بدعت نمبر تثویب بعد الاذان۔ ذرا آگے بڑھکر اپنی تثویب بعد اذان کی بدعت بھی بہشتی گزائیہ ثابت کیجئے۔ اور ہر حدیث پر سو سو روپیہ انعام لیجئے۔ یا اپنے فقہاء پر بدعتی کا فتویٰ لگائیے۔ اور کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار کا مصداق ٹھہرائیے۔

ذرا قاضی خاں صہ ۳۹ کتاب الصلوٰۃ جلد اول سے بھی ملاحظہ فرمائیے۔

ولاباس بالتثویب فی سائر الصلوٰۃ الخمس فی زماننا وتثویب الکل ابلیتی ما تعارفہ اھل تلک البلدۃ ویجوز تخصیص کل من کان مشغولاً بمصالح المسلمین بزیادۃ الاعلام

ترجمہ:۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں ہر پانچ نمازوں میں تثویب کہنے کا کوئی حرج نہیں۔ اب تثویب ہر شہر کی علیحدہ حسب عرف شہر ہوگی۔ اور جائز ہے بالتخصیص نام لینا تثویب میں ہر اس شخص کا جو مسلمانوں کی کسی نیک مصلحت میں مشغول ہو۔ ساتھ زیادتی اعلام کے۔

اور در مختار صہ ۲۶۱ میں ہے کہ تثویب کے معنی بعد اذان قبل اقامت امراء اور خواص کو دوبارہ اطلاع دینا ہے۔

ویثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ

کہ اذان اور اقامت کے درمیان تثویب کہنی چاہئے۔ سب نمازوں میں

ہر شخص کیلئے حسب عرف عام اور تثویب کی تفصیل ہدایہ شریف میں بالتفصیل آتی ہے۔ دیکھئے ہدایہ جلد اول ص۷۲ میں

والتثویب فی الفجر حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح مرتین بین الاذان والاقامۃ حسن لانہ وقت نوم و غفلۃ وکرہ فی سائر الصلوٰۃ و معناہ العود الی الاعلام وھو علی حسب ماتعارفوہ وھذا التثویب احدثہ علماء الکوفۃ بعد عھد الصحابۃ لتغیر احوال الناس وخصوا الفجر بہ لما ذکرناہ والمتاخرون استحسنوہ فی الصلوٰۃ کلھا لظہور التوانی فی الامور الدینیۃ وقال ابو یوسف لا اری باسا ان یقول المؤذن للامیر فی الصلوٰۃ کلھا السلام علیک ایھا الامیر ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح الصلوٰۃ یرحمک اللہ۔

کہ نماز فجر میں اذان اور اقامت کے درمیان تثویب بھی حسن اور اچھی ہے کیونکہ وہ وقت نیند اور غفلت ہے اور باقی نمازوں میں مکروہ ہے تثویب کے معنی دوبارہ اطلاع دینا ہے۔ اور کلمات اذان حسب عرف ہونگے اور یہ تثویب علماء کی ایجاد اور احداث یعنی بدعت ہے جو انھوں نے عہد

صحابہ کے بعد ایجاد کی۔ لوگوں کے حالات بدل جانے کی وجہ سے اور وقت فجر کو نیند اور غفلت کی وجہ سے خاص کیا۔ ورنہ علماء متاخرین ہر نماز میں اسکو مستحسن سمجھتے ہیں۔ کیونکہ امور دینیہ میں کاہلی اور سستی رونما ہو چکی ہے۔ اور قاضی ابو یوسف صاحب فرماتے ہیں کہ میں کچھ حرج نہیں سمجھتا کہ مؤذن صاحب بعد اذان ہر امیر وقت کے گھر جائیں اور سامنے کھڑے ہو کر کہیں۔ السلام علیک ایہا الامیر ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حی علی الصلوٰۃ۔

دوبارہ سن لیں اور ہدایہ کے حاشیہ [illegible] پر یہ بھی ہے۔ کہ ان علیا رای مؤذنا یثوب فی العشاء فقال اخرجوا ھذا المبتدع من المسجد کہ جناب امیر نے ایک مؤذن کو وقت عشاء تثویب کہتے دیکھا تو فرمایا۔ اس مبتدع کو جلد مسجد سے نکالدو۔

کیوں صاحب علی ولی اللہ اگر کہا جائے تو بدعت مگر یہ تثویب احسن حضرات:۔ یہ تثویب کی بدعت ہے عزاداری کا بدعت کہنے والو ان کے مذہب کی حالت ذرا ملاحظہ فرمائیے۔

بدعت ششم نیت نماز بالفاظ زبان بھی بدعت ہے

تو نماز کی نیت بہیئت کذائیہ جس طرح تمہاری کتابوں میں لکھی ہے اور جسطرح

تمہارے عوام دو رکعت نماز فجر کی پڑھتا ہوں واسطے خدا کے بندگی خدا کی پڑھتے ہیں حدیث ہیں دکھلائیے اور فی حدیث اپنا مقرر کردہ انعام لیجئے اور دکھلاتے وقت ہدایہ صفحہ ۹۱ جلد ا میں یحسن ذالک الاجتماع عزیمتہ کہ نیت بزبان کرنی بہتر ہے تاکہ عزم نماز مجتمع ہو جائے اور اسکا حاشیہ ۱ صفحہ ۹۱ مذکورہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔ کہ

یحسن ذالک اختلفوا فی ذالک اختلافا کثیرا فمن قائل انہ بدعۃ ومن قائل انہ مکروہ ومن قائل انہ سنۃ ومن قائل انہ مستحب والاصح انہ بدعۃ حسنۃ نیت بزبان کرنے میں بہت اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں بدعت ہے۔ بعض کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک مستحب ہے۔ سب سے زیادہ صحیح بات یہ کہ بدعت حسنہ ہے۔

سبحان اللہ اخوند تو

پانچ وقت نماز میں بدعت حسنہ کا ارتکاب کریں اور غیبہ سے عزاداری امام مظلوم کا بحیثیت مجموعی اور ہیئت کذائیہ طلب کریں۔ کیوں جناب! آپ کس حدیث سے بدعت حسنہ کر رہے ہیں اور عوام کو منع نہیں کرتے کتابوں سے کاٹ نہیں دیتے۔ انصاف کہاں ہے عقل کس کو تے بیل ہے

اہلسنت کی بدعت ہفتم بقرآن کریم موجودہ

موجودہ قرآن کریم بہیئت کذائیہ بایں طرز دروش جیسا کہ ہے مع زیر و زبر رکوع وربع عشر خمس نقاط۔ نشانات۔ آیات۔ خواتم۔ و فواتح تقسیم اجزاء بر تیس پارہ و سات منزل بحدیث رسالتماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ثابت کیجئے۔ اور ہر حدیث کے بدلے سو سو روپیہ انعام لیجئے۔ اور ثابت کرتے وقت حضرت امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم الدین صفحہ ۲۸۳ باب آداب تلاوت جلد اول مطبوعہ مصر سے اپنے مفر گوار کے یہ اقوال بھی سامنے رکھئے۔

یستحب تحسین کتابت القرآن وتبیینہ ولا باس بالنقط والعلامات بالحمرۃ وغیرھا فانھا تزیین وتبیین وصد عن الخطاء ولمن یقرأہ وقد کان الحسن وابن سیرین ینکرون الاخماس والعواشر والاجزاء وروی عن الشعبی وابراھیم کراھیۃ النقط بالحمرۃ واخذ الاجرۃ علی ذالک وکانوا یقولون جردوا القرآن والظن بھولاء انھم کرھوا فتح ھذا الباب خوفا من ان یؤدی الی الاحداث زیادات وحسما للباب وتشوقا الی حراسۃ القرآن

عما يطرق اليه تغييراً واداء به يودى الى محظور
واستقراء امر الامة فيه على ما يحصل به فريد
معرفة فلا بأس به ولا يمنع من ذالك كونه محدثاً
فكم من محدثات حسن كما قيل فى اقامة الجماعة
فى التراويح انها من محدثات عمر وانها بدعة حسنة
انما البدعة المذمومة ما يصادم السنة القديمة
او يكاد يفضى الى تغييرها وبعضهم كان يقول اقرء
فى المصحف المنقوط ولا انقطه بنفسى وقال الاوزاعى
عن يحيى بن ابى كثير كان القرآن مجرداً فى المصاحف
فاول ما احدثوا فيه النقط على الباء والتاء وقالوا
لا بأس به فانه نور له ثم احدثوا نقطاً كباراً
عند منتهى الاى فقالوا لا بأس به يعرف به راس الاية
ثم احدثوا بعد ذالك الخواتم والفواتح قال ابو بكر
الهذلى سالت الحسن عن تنقيط المصاحف بالاحمر فقال
وما تنقيطها قلت يعربون الكلمة العربية قال اما
اعراب القرآن فلا بأس به وقال خالد الحذاء دخلت
على ابن سيرين فرأيته يقرء فى مصحف منقوط وقد

کان یکرہ النقط وقیل ان الحجاج ھو الذی احدث ذالک و
اجبر القراء حتی عدوا کلمات القرآن وحروفہ وسوّدوا
اجزاؤہ وتسموا الی ثلاثین جزاء والی اقسام اخر
قرآن کی کتابت کو احسن اور روشن کر کے لکھنا مستحب ہے نقطے
اور علامات کو سرخی وغیرہ کیساتھ لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ وہ زینت
اور وضاحت ہے۔ اور قاری کو خطا اور غلطی سے روکنے کا ایک ذریعہ ہے
اگرچہ حسن بصری اور ابن سیرین خمس۔ عشر اور تقسیم و اجزاء کے منکر تھے
شیعی اور ابراہیم سے سرخی کے ساتھ نقطے لگانے اور تعلیم قرآن پر اجرت
لینے کی کراہت منقول ہے۔ اور وہ کہتے تھے کہ قرآن کو نقاط اور اعراب
سے مجرد رکھو۔ ان لوگوں کی نسبت جو ان چیزوں کے منکر تھے ظن غالب یہ ہے
کہ وہ یہ دروازہ مقفل چاہتے تھے۔ انہیں خوف تھا کہ کہیں زیادتیوں کے
احداث کا دروازہ نہ کھل جائے۔ لہٰذا وہ اس دروازہ کو بالکل بند
رکھنا چاہتے تھے۔ اور تغیرات سے حفاظت قرآن کا انکو شوق تھا۔ لیکن جب
یہ خطرہ جاتا رہا اور امت اس بات میں مضبوط ہو گیا۔ اور اس کے علاوہ یہ چیزیں
زیادتی معرفت کے حصول کا سبب بھی ہیں تو کوئی حرج نہیں۔ اور ان کے کرنے
سے ان کی بدعت اور محدث ہونا نہیں روک سکتا۔ کیونکہ کتنے نئے
کام اور بدعات ہیں جو اچھے ہیں۔ جیسا کہ تراویح میں جماعتوں کا قائم کرنا اگرچہ

بدعات عمریہ سے ہے۔ لیکن وہ بدعت حسنہ ہے اور حسنہ بدعت کرنے کا کوئی حرج نہیں۔ بدعت مذمومہ تو وہ ہے۔ جو سنت قدیمہ سے ٹکر کھائے یا سنت کے بدلنے کا موجب ہو اور بعض بزرگوں کا قول ہے کہ میں مصحف منقوط کو پڑھ تو لیتا ہوں لیکن خود نقطے نہیں لگاتا اور اوزاعی نے کہا کہ یحیٰی بن ابی کثیر سے روایت ہے کہ قرآن پہلے مصاحف میں مجرّد مقابلس اس میں پہلی بدعت با تا وغیرہ کے نقاط کی ایجاد ہے۔

"اور بزرگوں نے کہا کہ اس کا کوئی حرج نہیں" کیونکہ یہ قرآن کیلئے ایک قسم کا نور ہے پھر اس کے بعد بڑے بڑے نقطے آیتوں کے خاتمے پر ایجاد کئے گئے۔ پھر اس کے بعد انھوں نے کہا۔ کہ "اسکا بھی کوئی حرج نہیں" کیونکہ اس سے آیات کا خاتمہ پہچانا جاتا ہے۔ اس کے بعد سورتوں کے خواتم اور فواتح ایجاد کئے گئے۔ ابوبکر ہذلی نے کہا۔ میں نے حسن بصری سے قرآن کے سرخ نقطہ لگانے کی نسبت پوچھا۔ تو انھوں نے کہا۔ آپ کیوں نقطے لگاتے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ لوگ کلمے کو عربی کے ساتھ معرب کرتے ہیں انھوں نے فرمایا۔ اعراب لگانے میں کوئی حرج نہیں۔" خالد الحذار نے کہا میں ابن سیرین کے پاس گیا۔ تو قرآن منقوط پڑھ رہے تھے حالانکہ وہ نقطے لگانا مکروہ سمجھتے تھے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ سب کچھ حجاج نے احداث کیا۔ اس نے قاریانِ قرآن بلائے حتیٰ کہ انھوں نے کلماتِ

اور اس کے حروف شمار کئے۔ اور اس کے اجزاء کو برابر کیا۔ اور تیس پاروں

میں تقسیم کردی۔ باقی ربع رکوع عشرہ کی قسمیں بھی انہوں نے بنائی ہیں"!

اب سوال یہ ہے کہ جب قرآن مجید بھی بہیئت کذائیہ بایں طرز طریق

جیسا کہ اب موجود ہے۔ بر سنت رسولِ خدا نہیں۔ بلکہ حضرت حجاج علیہ ما علیہ

کی احداثات ہے۔

اگر قرآن کے نقطے بدعت، اعراب بدعت، تیس پاروں کی تقسیم

بدعت ربع عشرہ اور رکوعات بدعت، خواتم بدعت اور باوجود این ہمہ

بدعاتِ حسنہ اس کا پڑھنا سننا۔

موجب ثواب اور رحمت ہے

نو دعوتی صاحب کا عزاداری کی نسبت بایں ہیئت کذائیہ سوال کرنا

تاریخ، قرآن و حدیث سے کس قدر جہالت ہے۔ ان سے کوئی پوچھے۔ کہ

حضرات اگرچہ یہ چیزیں حفاظت قرآن اور زیادتی معرفت کا موجب ہیں

تو ہمارے لئے موجودہ رسوم عزا ذوالجناح، تعزیہ اگرچہ بعد کی ایجاد

ہے۔ موجبِ زیادتی غم حسینؑ کا موجب ہیں اور جب غم حسینؑ موجب

ثواب اور موجب نجات ہے۔ تو اس کے جملہ اسباب کیوں خیر نہ ہونگے۔ کیونکہ

نوٹ: اے الخیر ہوتا ہے۔ دعوتی صاحب کو چاہئے کہ پہلے موجودہ قرآن

کو ہیئت کذائیہ ثابت کریں۔ اور ایک ایک حدیث پر سو سو روپیہ انعام لیں

اور بعد میں عزاداری پر اعتراض کریں ورنہ عزاداری کا مسئلہ قرآن سے بڑھکر

بہیئت کذائیہ سنت کا محتاج ہے۔

اہل سنت کی بدعت ہشتم (مسئلہ تصوّف)

اپنے چہاردہ خانوادوں کا تصوف بایں ہیئت کذائیہ ثابت کیجئے۔ ان کے تنسل اشغال، ورد اوراد و خرقہ پوشی، سماع، حال، وجد، سب قرآن اور حدیث سے ثابت کیجئے۔ ورنہ کل بدعۃ ضلالۃ کا فتوی لگا کر فی النار کا حکم دیجئے۔ اور ثابت کرتے وقت پاکپٹن، تونسہ شریف کی قوالیاں بایں ہیئت کذائیہ ثابت کیجئے اور ثابت کرتے وقت شاہ اسمٰعیل شہید اور شاہ ولی اللہ صاحب کا قول صراط مستقیم صہ ۷ سے کہ اشغال مناسب ہر وقت و ریاضت ملائمہ ہر قرن جدا جدا مے باشد لہذا محققان ہر وقت از اکابر ہر طریق در تجدید اشغال کوششہا کردند)

ہر وقت کے اشغال مناسبہ اور ہر زمانہ کے ریاضت ملائمہ جدا جدا ہوتے ہیں۔ لہذا ہر زمانے کے محققین اور اکابر تجدید اشغال میں بہت کوشاں رہے ہیں۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ قول کتاب انتباہ فی السلاسل مترجم مطبوعہ دہلی صہ ۲ بھی سامنے رکھئے۔

"که اگرچه اوائل امت را با اواخر امت در بعض امور اختلاف بوده باشد
پس صوفیہ صافیہ ارتباط ایشاں اول بصحبت و تعلیم و تادب با ادب تہذیب
نفس بوده نہ بخرقہ و بیعت و در زمانہ سیّد الطائفہ جنید بغدادی رسم
خرقہ ظاہر شد۔ بعد ازاں رسم بیعت پیدا شد و ارتباط سلسلہ بہئیت
ایں امور متحقق است و اختلاف صور ارتباط ضرر نمی کنند"

کہ اوائل امت کو آخری امت سے بعض امور میں اختلاف ہوا ہے پس
صوفیہ صافیہ ان کا ربط ارتباط پہلے زمانہ میں صحبت تعلیم اور تادیب تہذیب
نفس کے تھا۔ خرقہ پوشی اور بیعت کی رسم اس زمانہ میں نہیں تھی سید الطائفہ
جنید بغدادی کے زمانہ میں رسم خرقہ پوشی ظاہر ہوئی۔ اور بعد اس کے بیعت
کا دستور جاری ہوا۔ اور ارتباط ان امور کے سلسلہ عالیہ کا صحیح اور ثابت
ہے۔ اور رابطے کی صورتیں جو مختلف ہیں ان سے کچھ ضرر نہیں پہنچتا
اب ذوقی صاحب سے کوئی پوچھے کہ ہر زمانہ میں اشغال کے طریقہ
کی اگر تجدید ہو سکتی ہے۔ اور محققین نے بہترے سے مناسب طریق ایجاد
کر سکتے ہیں۔ اور اس کا کوئی نقصان نہیں۔ اصلی ذکر خدا ہے۔ تو عزاداری
کی مراسم کو آپ بہئیت کذائیہ کس اصول سے طلب کر رہے ہیں
ہمارے محققین حسب زمانہ اور حسب ملک کیوں تجویز نہیں کر سکتے
جب کہ اصل عزاداری حسین مطلوب ہے۔

اور اصل عمر حسین اگر آپ ہیئت کذائی کا خیال چھوڑ کر اپنے مسائل کی اصل دریافت کر سکتے ہیں تو ہمارے پاس موجودہ عزاداری کے مسائل کی اصل آپ سے کہیں زیادہ ہے۔ جیسا کہ آئندہ آجائیگا۔

چاہیے کہ آپ پہلے چشتی، قادری۔ نقشبندی، سہروردی، سلوک کی کیفیت تولنسہ اور پاکپتن اجمیر، گولڑہ شریف کی قوالیوں سمیت اگر بریلوی دیوبندی اختلاف پیش نظر ہو تو خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کا نعوت وامداد السلوک سامنے رکھ کر ثابت کیجیے۔ اگر بالکل غیر مقلد ہی ہو تو کم از کم شاہ ولی اللہ صاحب کے قول الجمیل، انتباہ السلاسل، مولوی اسمٰعیل شہید کی صراط مستقیم سامنے رکھ کر یہ تمام بدعات حسنہ باین ہیئت کذایہ دکھلائیے پھر ہم سے باین ہیئت کذائیہ عزاداری کے فرض یا سنت ہونے کا سوال کیجیے ورنہ یہ ترجیح بلا مرجح کیسی، اگر ان سب چیزوں کی کوئی نہ اصل ہے۔ تو لفضلہ تعالےٰ مسائل عزاداری کی اصل اور نظیر قرآن اور حدیث میں بطریق احسن اور اکمل موجود ہے۔ فما جوابکم فہو جوابنا۔

حضرات! یہ عزاداری کی ہیئت کذائیہ دریافت کرنے والوں کے مذہب کی ہیئت کذائیہ دیکھیے۔ مطابق سنت ہے یا مخالف سنت

اب ذرا سنت اور بدعت کا مفہوم بھی ان بزرگوں کی کتابوں سے معلوم کیجیے۔ جو ہر کام میں سنت کا مطالبہ کرتے ہیں۔

بحث در تعریف سنّت و تقسیم بدعت

دعوتی صاحب نے سوال میں چار سقیں قائم کیں تھیں۔ فرض۔ سنت۔ مستحب۔ بدعت مگر بعد میں دو چھوڑ ہی گئے۔ یہ بیان ہی نہ فرمایا کہ موجودہ عزاداری کی ہیئت کذائیہ مستحب یا بدعت حسنہ ہو تو کیا استحالہ پیش آئیگا۔ شاید مراسم عزاداری کا استحباب اور بدعت حسنہ ہونا آپکو مسلم ہے۔ سوال کو صرف فرض اور سنت ہی میں منحصر کر دیا۔ واجب کو بھی چھوڑ گئے۔ حالانکہ واجب اور فرض میں عند الاحناف فرق ہے۔ پھر سنت کو سنت رسول اور سنت آئمہ تک محدود رکھنا حالانکہ آپ کے نزدیک سنت صحابہ بھی مسلم ہے قولی اور فعلی میں منحصر کر دیا۔ حالانکہ مفہوم سنت میں سنت تقریری بھی شامل ہے جیسا کہ کتب ادل شاہد ہیں۔

اب ہماری غرض یہ ہے کہ دعوتی صاحب پہلے سنت کا مفہوم متعین کریں۔ اور بعد ازاں ہم سے سنت کا سوال کریں کہ سنت سے کیا مراد ہے لفظ سنت صرف رسول خدا تک ہی محدود ہے۔ یا اس میں صحابہ بھی شامل ہیں۔ سنت آئمہ اور سنت رسول خدا دو جدا جدا چیزیں ہیں یا ایک ہی چیز ہے مگر سنت کا مفہوم بیان کرنے وقت مندرجہ ذیل چیزیں سامنے رکھیں اگر سنت کا اطلاق رسول خدا اور ائمہ معصومین اور صحابہ کرام تک محدود ہے

توضیح مسلم جلد دوم صفحہ ۳۴۲ کی حدیث کا کیا مطلب ہے۔

من سن فی الاسلام سنة حسنة فعمل بها بعده کتب

له مثل اجر من عمل بها ولا ینقص من اجورهم

شیء ومن سن فی الاسلام سنة سیئة فعمل بها بعده

کتب علیه مثل وزر من عمل بها ولا ینقص من اوزارهم

شیء۔ کہ جس نے اسلام میں اچھی سنت کی بنیاد رکھی۔ پس بعد ازاں اس پر

عمل کیا گیا۔ اسکو عمل کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا۔

اور عمل کرنے والوں کے اجر سے کمی نہ ہوگی۔ اور جو بری سنت ایجاد

کرے اسکو عمل کرنے والوں کی مثل گناہ ہوگا۔ اور عاملین کا گناہ کم نہ ہوگا

اور اسکی شرح میں نووی صاحب نے لکھا ہے۔ کہ

هذان الحدیثان صریحان فی الحث علی استحباب سن

الامور الحسنة وتحریم سن الامور السیئة

کہ دونوں حدیثیں صریحًا اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ امور حسنہ کی ایجاد قیامت

تک مستحب ہے۔

اور ہنیت کذایہ کو سنت رسول اللہ میں داخل کرتے وقت شاہ ولی اللہ

صاحب کا یہ قول بھی سامنے رکھئے کہ تمسکوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذریں ہا لا دلالت

کراہت نکند۔ کہ کسی امر خیر کو حضور صلعم کا نہ کرنا اسکے مکروہ ہونیکی دلیل نہیں اگر ترک ہوتا

چاہئے۔ دیکھو معنی شرح موطا صفحہ ۱۳ سطر آخری

اور سنت کا مفہوم سمجھنے کے لئے اپنے پیر و مرشد مولوی خلیل احمد سہارنپوری صاحب بذل المجہود کا یہ قول بھی خاص طور پر ملاحظہ فرمائیے۔ کہ

"جس کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی ان قرون میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اور خواہ اسکی جنس کا وجود بھی خارج میں ہوا ہو یا نہ ہو۔ وہ سنت ہے۔ انتہی (دیکھو براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد باملاد اور رشید احمد گنگوہی صفحہ ۲۹)

اس اصول کے مطابق اگر ہم موجودہ عزاداری کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ میں نہ دکھا سکیں تو آپ بدعت سمجھیں یا سنت، قبل از وقت واویلا کیا اگر سوال صرف ہیئت کذائیہ کا ہے تو پہلے اپنے تمام مذاہب اور مدارس قرآن فقہ بہیئت کذائیہ بعہد رسالت دکھلائیے۔ پھر ہم سے پوچھئے اگر سوال دلیل جواز اور وجود نظیر اور وجود اصل ہے۔

تو آئیے جسکی دلیل آپ کو مطلوب ہے پیش کردوں۔ جس کا اصل فرمائیں میں عرض کردوں۔ اگر لفظ بدعت سے آپ ہر شخص کو ڈرا رہے ہیں تو ذرا اپنی ان کتابوں کی عبارت کا جواب بھی لگے ہاتھوں فرما جائیے۔

(علامہ نووی شرح صحیح مسلم صفحہ ۲۸۵ جلد اول میں فرماتے ہیں۔

کل بدعۃ ضلالۃ ھذا عام مخصوص البعض والمراد

قلب البدعة قال اهل اللغة هي كل شيء عمل على غير مثال
سابق قال العلماء والبدعة خمسة اقسام واجبة و
مندوبة ومحرمة ومكروهة ومباحة فمن الواجبة
نظم ادلة المتكلمين للرد على الملاحدة و
المبتدعين وشبه ذالك ومن المندوبة تصنيف
كتب العلم وبناء المدارس والربط وغير ذالك ومن
المباح التبسط في الوان الاطعمة وغير ذالك والحرام
والمكروه ظاهران وليؤيد ما قلنا قول عمر بن الخطاب
في التراويح نعمت البدعة۔

کہ حضور کا قول کل بدعة ضلالة یہ عام مخصوص البعض ہے
مراد اکثر بدعتیں ہیں کل نہیں۔ اہل لغت نے کہا ہے کہ بدعت سے
مراد ہر وہ چیز ہے جو مثال سابق کے بغیر بنائی جائے۔ علماء نے
کہا ہے کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ واجب، مستحب، حرام
مکروہ اور مباح ہیں ملاحدہ اور مبتدعین کے خلاف متکلمین کا دلائل تیار کرنا اور
اس کے مشابہ دیگر چیزیں منجملہ واجبات کے ہیں تصنیف کتب علم بناء مدارس
اور سرائے وغیرہ مستحبات سے ہیں۔ رنگین کھانوں میں بسط و وسعت مباح
ہے۔ حرام اور مکروہ بدعتیں ظاہر ہیں۔ اور ہمارے اس قول

کی تائید کہ بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے۔ قول عمر بن الخطاب سے ہوتی ہے۔ جو آپ نے تراویح کے بارے میں نعم البدعت فرمایا ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔ (انتہی قول نوری)

اب ہمارا دعویٰ ہے کہ عزاداری کی اصل قرآن اور تصریح حدیث میں موجود ہے۔ استنباط اور استخراج کی ضرورت ہے۔ لہٰذا عزاداری داخل سنت ہے۔ اگر کسی چیز کی مثال سابق بھی نہ ملے تو بدعت حسنہ ہوگی اگر بہ خیر ہوگا تو حسنہ ہوگا اور بد ہوگی تو سیئہ۔ اب دعوٰی صاحب کو چاہیئے یا تو خارج از سنت کر کے دکھلائیں یا کوئی امر بد دکھلائیں کہ بدعت حسنہ سے خارج ہو جائے۔ غم حسینؑ میں رونا پیٹنا۔ مرثیہ خوانی کرنا۔ حضرت کی قبر کی شبیہہ بنانا ان کے وفادار زخمی گھوڑے کی یاد زندہ رکھنا کونسا امر بد ہے۔ لیکن اگر دعوٰی صاحب شہرت حسینؑ سے روکنا چاہیں تو آپ کے بس کی بات نہیں اب انشاء اللہ بہ تفصیل ہر چیز کی اصل قرآن اور حدیث سے پیش کرتے ہیں تاکہ عوام کو اطمینان نصیب ہو اور خواص کی بصیرت میں اضافہ ہو۔

ایام اللہ یعنی خدائی دن منانے کا وجوب

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَذَكِّرْهُمْ بِاَیّٰىمِ اللّٰهِ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ٥

(پ ۱۳ سورۃ ابراہیم ع ۲)

" اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں کے ساتھ کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے نور کیطرف نکال اور ان کو خدا کے دن یاد دلا تحقیق انمیں البتہ نشانیاں ہیں واسطے ہر صبر کرنیوالے شاکر کے"

ایام اللہ سے مراد واقعات عظیمہ ہیں۔ جیساکہ تفسیر کبیر میں ہے۔

انہ یعبر بایام عن الوقائع العظیمۃ التی وقعت فیھا

(تفسیر کبیر صفحہ ۲۱۹ جلد پنجم مطبوعہ مصر)

کہ ایام سے مراد واقعات عظیمہ ہیں جو ان دنوں میں واقع ہوئے اور یہی حاشیہ (جلالین صفحہ ۲ میں اور یہی الفوز الکبیر صفحہ ۲ مصنفہ شاہ ولی اللہ میں ہے)

یوم عاشورہ یوم من ایام ہے (کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۳۲۱ میں ہے۔

انّ عاشورا ء یوم من ایّام اللہ کہ تحقیق یوم عاشوراء ماہ محرم خدا کے دنوں سے ہے جنکے یاد دلانے کا حکم قرآن مجید میں ہے

قبل بعثت رسالتمآب یہودیوں میں تعظیم یوم عاشوراء عن ابی موسیٰ

قال یوم عاشوراء یوم یعظمہ الیہود ویتخذ عیدا فقال رسول اللہ صوموہ انتم (صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۳۵۹)

ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ یوم عاشورا ایک ایسا دن تھا جسکی یہود تعظیم کرتے تھے: اور اس دن میلا کرتے تھے اور حضور نے فرمایا کہ تم بھی

اس دن روزہ رکھو ۔ دوسری روایات میں ہے

هٰذا الیوم عظیم انجی اللّٰہ فیہ موسٰی و قومہ و غرق فرعون و

قومہ کہ یوم عاشورا ایک یوم عظیم ہے جس میں اللّٰہ تعالٰی نے موسٰی

اور اسکی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اسکی قوم کو غرق کیا۔

اور دُرِّ منثور جلد ۱ صفحہ ۶۰ میں ہے۔

اخرج احمد فی الزهد عن قتادة قال الیوم الذی

تاب اللّٰہ فیہ علٰی ادم یوماً عاشوراء

کہ امام احمد حنبل نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ جس دن آدم

کی اللہ تعالٰی نے توبہ قبول فرمائی وہ یوم عاشورا تھا۔

قبل البعثت قریش میں تعظیم یوم عاشورا صحیح مسلم ص ۳۵۸ میں ہے

ان عائشة اخبرته ان قریشا کانت تصوم یوم عاشوراء

بی بی عائشہ سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قریش بھی عاشورا کا روزہ رکھتے

رسولِ خدا کو یوم عاشورا کی تعظیم کا حکم ۔ واذ قال موسٰی لقومہ اذکروا

نعمت اللّٰہ علیکم اذ انجٰکم من اٰل فرعون یسومونکم سوء

العذاب و یذبحون ابنآءکم و یستحیون نساءکم و فی

ذالکم بلآء من ربکم عظیم ۰

اور یاد کرو جب کہا موسٰے نے اپنی قوم کے واسطے یاد کرو اللّٰہ کی نعمتیں

جو تم پر ہیں۔ جب ہم نے تم کو نجات دی آل فرعون سے تم کو عذاب برا چکھاتے تھے
اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے
اور اس میں آزمائش تھی۔ تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑی۔

(جلالین شریف صـ۲۰۶ حاشیہ نمبر۱۳ میں ہے)

واذکر خطاب للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والمعنی اذکر
لقومک ما دتم بموسیٰ وقومہ لعلھم یعتبرون

کہ اذکر کا خطاب نبی کریم کو ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ اپنی قوم کو یاد دلا
وہ واقعات جو موسیٰ اور اسکی قوم پر واقع ہوئے۔ تاکہ وہ عبرت اٹھائیں
اس بنا پر نبی کریم نے کہا کہ میں موسےٰ کا زیادہ حقدار ہوں میں بھی روزعاشورا
کو روزہ رکھوں گا۔ جیسا کہ صحیح مسلم جلد اوّل صـ۳۵۹ پر ہے۔

فقال رسول اللہ فنحن احق واولی بموسیٰ منکم کہ ہم از روئے
موسیٰ کے تم سے زیادہ حقدار ہیں۔

(نوٹ) یہ تمام عاشورا کا روزہ ایک قسم کا فاقہ ہوا کرتا تھا قریش
بھی فاقہ کرتے تھے یہود بھی کرتے تھے حتیٰ کہ اپنے بچوں کو بھی کرواتے تھے جیسا
کہ صحیح مسلم جلد اوّل صـ۳۶۰ پر ہے۔

ولنصومہ صبیاننا الصغار کہ ہم اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی روزہ
رکھا دیتے تھے۔ جب وہ رو کر طعام مانگتے تو ہم ان کو روئی کی گڑیا دے

دیتے تھے۔ حتی کہ شام ہو جاتی تھی۔ فاقہ افطار سے یہ ظاہر ہے کہ یہود اور
مشرکین کا روزہ شرعی نہ تھا۔ بلکہ روز عاشورہ آب و طعام سے باز رہنے
کا نام روزہ تھا۔ سو یہ روز عاشورہ اب بھی شیعوں میں جاری ہے، بنی امیہ
نے اسکو شرعی روزہ بنانے کی کوشش کی تاکہ غم حسینؑ نہ سمجھا جائے۔

یاد یوم عاشورا قبل بعثت: یوم عاشورا کی تعظیم شروع سے چلی
آئی۔ چنانچہ کتب حدیث میں جو باب صوم یوم عاشورا باندھا گیا ہے کہ قریش
بھی روزہ رکھتے تھے۔ اور یہود بھی روزہ رکھتے تھے پھر منسوخ ہو گیا اور
(صحیح مسلم ص۳۵۸ تا ص۳۵۹ جو حدیثیں ہیں)
وہ اس پر دال ہیں کہ یہ دن موسیٰ اور فرعون کے مقابلہ کا دن ہے
جس کی تعظیم میں یہود روزہ رکھا کرتے تھے اس روزہ کا مطلب ترک طعام تھا
اور لوگوں نے اصل روزہ سمجھ لیا۔ چنانچہ مسلم کے یہ لفظ خاص کر اس پر دال ہیں
کہ من کان مفطراً فلیتم بقیۃ یومہ فکنا بعد ذالک نصومہ
ونصوم صبیاننا بنا الصغار منہم (ص۳۶)
جو صبح کھانا پینا ہو چکا ہے بقیہ دن پورا کرے نہ کھائے نہ پیئے۔
چنانچہ راوی کہتا ہے کہ اپنے چھوٹے بچوں کو بھی خورد و نوش سے باز رکھتے
تھے۔ جب وہ کھانا مانگتے تھے تو ہم ان کے سامنے روئی کی گڑیا رکھ
دیتے جسمیں وہ مشغول ہو جاتے یعنی ایک قسم کا فاقہ ہوا کرتا تھا تاکہ اس دن

میں مسلمانوں کو کھانے پینے کی ترک اور فاقہ کی عادت ہو جائے کیونکہ یہ یوم من ایام اللہ ہے اور یہود اس دن جلوس نکالتے تھے اور میلا کرتے تھے

عن ابی موسیٰ قال کان یوم عاشورا یوم تعظمہ الیہود وتتخذہ عیداً۔ کہ یہود یوم عاشورا کی تعظیم کرتے تھے۔ اور اسکو عید یعنے میلا بناتے تھے۔ رسول اللہ نے جب انکو دیکھا تو فرمایا۔ کہ تم روزہ رکھتے ہو۔ نحن احق واولیٰ بموسیٰ منکم فصامہ پس ہم تم سے زیادہ حقدار ہیں۔ از روئے موسیٰ کے۔ پس آپ نے بھی روزہ رکھا۔

قریش فاقہ کرتے تھے۔ یہود فاقہ کرتے اور رسالتماب نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ مسلمانوں کے بچے سارا دن بھوکے پیاسے رہتے تھے۔ مگر اب مسلمان خوب بازار لگاتے ہیں اور مٹھائی بناتے ہیں۔

مسلمانو! یوم عاشورا کی تعظیم کرو۔ واقعات کربلا ذبح شاہ تشنہ لب کی یاد مناؤ۔ منسوخ کر کے حضور نے صرف یہ بتلایا کہ اسکو روزہ کی نیت سے نہ کرو۔ یہ صرف فاقہ ہے

ثبوت تقرر یوم عاشور برائے جلوس عزائے حسین سید الشہداء۔ ولقد ارسلنا موسیٰ بایٰتنا ان اخرج قومک من الظلمات الی النور وذکرھم بایام اللہ ان فی ذالک لاٰیٰت لکل صبار شکور۔ واذ قال موسیٰ لقومہ اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ انجٰکم

عن اٰل فرعون یسومونکم سوء العذاب ویذبحون
ابناءکم ویستحیون نساءکم وفی ذلکم بلآء من
ربکم عظیم ط (پ ۱۳ س ابراہیم)

اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ساتھ اپنی نشانیوں کے
تاکہ نکالے اپنی قوم کو اندھیروں سے طرف نور کے اور یاد دلائے انکو دن
اللہ کے بیشک اسمیں ہر صبر کرنیوالے شکر کرنیوالے کیواسطے نشانیاں ہیں اور
یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا۔ یاد کرو اللہ کی نعمتیں جو ہیں
اوپر تمہارے جبکہ نجات دی تم کو اٰل فرعون سے تمکو عذاب چکھاتے تھے اور
تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے۔ اور تمہاری بیٹیاں زندہ رکھتے تھے۔
اور اسمیں تمہارے لئے ایک امتحان عظیم تھا۔

آیت صاف بتا رہی ہے کہ جن ایام میں کچھ خدا کے کام ہوئے اللہ کے
بندوں نے قربانیاں دیں۔ ان کا ذکر ضروری ان کی یاد منانی لازم ہے کیونکہ
ہر صابر اور شاکر کے لئے مصائب نشانات ہیں۔ دوسری آیت میں جس طرح
حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے بیٹوں کی ذبح یاد دلائی اور بیٹیوں کا
زندہ رکھنا ذکر فرمایا۔ تذکرہ مصائب ہے اور پھر یوم نجات یاد دلایا۔ وہ
یوم عاشورہ ہے۔ کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۳۲۰ میں ہے۔
انّ عاشورہ یوم من ایام اللہ کہ نبی کریم نے فرمایا عاشورا کا دن

یوم ہے۔ ایام خدا ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے دنوں سے مراد واقعات عظیمہ کو یاد دلانا مقصود ہے

(حاشیہ جلالین ص۲۰۶ میں ہے)

قیل ایام اللہ وقائعہ التی وقعت علی الایام الماضیۃ

کہ ایام اللہ سے مراد وہ واقعات ہیں جو پہلی امتوں پر واقع ہوئے پس

ان کا ذکر کرنا ضروری ہوا۔

ہر سال یوم شہداء کا جلوس نکالنا اور ان کو رونا سنت رسول سنت خلفاء

اور سنت فاطمۃ الزہرا ہے

تفسیر دُر منثور ص۵ جلد ۴ مطبوعہ مصر میں ہے)

عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ کان یاتی احدا

کل عام فاذا تفوہ الشعب سلم علی قبور الشہداء

فقال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار

حضرت انس سے روایت ہے کہ تحقیق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ہر سال مقام احد میں آتے۔ جب گھاٹی ظاہر ہوتی شہیدوں کی قبروں

پر سلام کرتے اور کہتے کہ سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار کہ تم پر سلام

ہو کہ جو تم نے صبر کیا۔ پس آخرت اچھا گھر ہے۔

شہداء کی سالانہ یادگار منانے کا ثبوت:۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل

اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون (پ ۲ البقرہ) جو راہ خدا میں مارے گئے۔ انکو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں لیکن تم سمجھتے نہیں ہو

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زمان از غیب جان دیگر است

عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ کان یاتی احداً کل عام فاذا تفوہ الشعب سلم علی قبور الشہداء فقال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار

(تفسیر در منثور صفحہ ۵ جلد ۴)

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول خدا ہر سال میدان جنگ احد میں تشریف لیجاتے اور جب پہاڑ کی شعب ظاہر ہوتی۔ شہداء کی قبروں پر سلام کرتے اور کہتے تم پر سلام ہو۔ تمہارے صبر کی وجہ سے عاقبت کا گھر اچھا ہے۔

(اور تفسیر ابن جریر صفحہ ۹۸ جلد ۱۳ سورہ رعد مطبوعہ مصر میں ہے)

عن محمد ابن ابراہیم قال کان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یاتی قبور الشہداء علیٰ راس کل حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار و ابوبکر و عمر و عثمان۔

محمد بن ابراہیم سے روایت ہے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال شہیدوں کی قبروں پر آیا کرتے تھے اور سلام پڑھا کرتے تھے اور اسی طرح ابو بکر اور عمر اور عثمان بھی آتے رہے۔

علامہ ابن کثیر دمشقی سنی نے بروایت بیہقی و واقدی اس واقعہ کو ذرا بسط سے لکھا ہے (دیکھئے البدایہ والنہایہ ص۴۵ جلد پنجم مطبوعہ مصر)

روی البیہقی عن ابی ھریرہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاتی قبور الشہداء فاذا اتی فرضۃ الشعب قال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ثم کان ابو بکر بعد النبی یفعلہ وکان عمر بعد ابی بکر یفعلہ وکان عثمان بعد عمر یفعلہ۔

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لایا کرتے تھے۔ جب پہاڑ کی شعب میں آتے تو کہتے کہ سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار پھر حضور کے بعد ابو بکر بھی ایسے ہی کرتے رہے۔ اور ابو بکر کے بعد عمر کا دستور یہی رہا۔ اور عمر کے بعد عثمان بھی اسی سنت پر عامل رہے۔ واقدی نے کہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہدائے احد کی زیارت کے لئے ہر سال آیا کرتے جب پہاڑ کی شعب پر پہنچتے تو سلام علیکم

بما صبرتم فنعم عقبی الدار پڑھتے۔ پھر ابو بکر ہر سال یہی کرتے رہے پھر عمر پھر عثمان۔

گریہ فاطمۃ الزہرا رضؓ بر شہدائے اُحدؓ

وکانت فاطمۃ بنت رسول اللہ تاتیھم فتبکی عندھم وتدعو الھم اور حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ شہدائے احد کی قبروں پر آیا کرتی تھیں۔ وہ بیٹھ کر روتی تھیں اور ان کے لئے دعائیں کرتی تھیں۔

(البدایہ والنہایہ صـ۴۵ جلد۵)

مندرجہ بالا احادیث سے شہداء کی سالانہ یادگار منانا بطور جلوس کیوں نہ سنت رسول ہو۔ بقول واقدی ہر میت کے نوحہ سے پہلے حضرت حمزہ کا نوحہ شروع ہوتا ہے۔ آجتک مدینہ منورہ میں دستور ہے۔

(دیکھو استیعاب ابن عبد البر صـ۱۱۳ جلد ا حرف الحاء)

تخصیص ماتم حسینؑ علیہ السلام

ہم شیعہ ہر جگہ جواز ماتم کے مدعی نہیں بلکہ ماتم حسین علیہ السلام کے اور آپ کے ماتم کی تکبیر کے خصوصاً قائل ہیں کیونکہ آپ کا غم دینی غم ہے اور آپ مظلوم ہیں اور مظلوم کے ماتم کی اجازت ہے۔ قال اللہ لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من

ظلم وکان اللہ سمیعًا علیمًا (پ ۶ سورۃ النساء)

نہیں دوست رکھتا اللہ پکار کر کہنا برے اقوال کا مگر اس کو جو ظلم کیا جاوے

اور ہے اللہ سننے والا جاننے والا۔

معلوم ہوا قول سوء کہنے کی مظلوم کو اجازت ہے۔

(بخاری شریف ص ۱۷۳ جلد اول میں ہے)

الجزع القول السئ والظن السئ کہ قول سوء سے مراد جزع

فزع اور قول سوء بھی ہے۔ اگرچہ دیگر احتمالات بھی ہیں۔ اور

(فیض الباری شرح صحیح بخاری صفحہ ۴۶۲ جلد ۲)

الجزع القول السئ اراد بہ تحدید الجزع الممنوع ولکن

این بحیل کہ قول سوء سے مراد جزع ممنوع ہے جو غیر مظلوم کی خاطر جائز ہے۔

تخصیص ماتم حسین ؑ از کتب شیعہ

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال کل الجزع والبکاء

مکروہ سوی الجزع والبکاء علی الحسین

علیہ السلام (بحار الانوار عن الامالی شیخ مفید بحوالہ اقامۃ العزاء ص ۲)

جناب صادق آل محمد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہر جزع اور آہ و بکا مکروہ

سوائے جزع و ماتم اور آہ و بکا حسین علیہ السلام کے۔

اس حدیث شریف سے استثناء ماتم حسینؑ ثابت ہوا اور جزع کا لفظ خلاف صبر نہیں ہے جیسا کہ قاموس میں ہے۔ پس یہ ہر طرح کے غم والم آہ و بکاء ماتم میں شامل ہے۔ جو اہل عزا کرتے ہیں۔ عزاداری کے مراسم ثابت ہوئے اور اس قسم کی تحقیقات کتب اہل سنت سے بھی ثابت ہیں چنانچہ

(فیض الباری شرح صحیح بخاری صفحہ ۴۶۱ جلد ۲ از انور شاہ کشمیری مطبوعہ مصر باب)

ما ینھیٰ من الویل ولاریب فی جواز الویل فی لبعض المواضع

فانہ قد وقع فی التنزیل ایضًا

کہ واویلا کرنے کے جواز میں بعض مقامات میں کوئی شک وشبہ نہیں کتاب اللہ میں بھی یا ویلتا موجود ہے۔ (صفحہ ۴۶۱ جلد ۲ میں ہے)

لا یکون لبعض مراتب النیاحۃ تحت الجواز

کہ یہ امر بدیہی اور ضروری واجب التسلیم ہے کہ ہر قسم کا حرام نہیں بعض مراتب نوحہ جائز ہیں۔

تحدید جواز و عدم جواز

نوحہ و ماتم کا جواز مان کر انور شاہ صاحب جواز اور عدم جواز کے مراتب کی تحدید میں بہت سرگرداں ہیں آخر اپنے فقیہ سرخسی کا قول پیش کر کے مبتلی کی رائے پر چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ قرآن و حدیث کے تتبع واستقراء سے معلوم

جواز ممات نظر آرہے ہیں۔ جبکہ تفسیر مظہری مصنف قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی نقشبندی جلد پنجم سورۃ یوسف صـ۵۷ میں ہے)

کہ عام صوفی اور عارف کا قلب بعد فناء غیر اللہ کی محبت میں مشغول نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ قلب انبیاء خصوصاً قلب یعقوب کی انبیاء بنی اسرائیل کا مورث اعلیٰ ہے۔ محبت یوسفؑ میں اسقدر مشغوف اور مشغول کہ خون و بکار سے آنکھیں سفید ہوجائیں۔ پھر اس کا خود ہی جواب دیتے ہیں کہ والجواب

عن الاشکال ان ھذا الحق بالشبہۃ الدنیا یعنی لا یمکن اشتغال قلب الصوفی بعد الفناء بشئ من الاشیاء الدنیویہ ولا الاشیاء الاخرویۃ فلیس ھذا شانھا

صفحہ ۵۹ پہ ہے۔ کہ

ان وجود یوسف علیہ السلام وجمالہ وان کان مخلوقاً فی دار الدنیاء لکنہ کان علی خلاف سائر الاشیاء الموجودۃ فلاجرم جاز تعلق قلب اھل الکمال و حبھم بہ علیہ السلام

یہ عالم دنیا سے یعنی عارف کا دل دنیاوی چیزوں میں مشغول نہیں ہوتا۔ ہے صفحہ ۵۹ پہ فرماتے ہیں۔ وجود یوسف علیہ السلام اور ان کا جمال اگرچہ دار دنیا میں پیدا ہوا۔ لیکن برخلاف اشیاء دنیوی کے وہ عالم آخرت کی

جز ہے اہل کمال کے دل کا ان سے متعلق ہونا غیر اللہ سے محبت نہیں بلکہ عین محبت
محبت خدا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اس غم کا طویل غم اور حزن آہ و پکارنا انفراق اسباب اسمیں
مشغول رہنا مخصوص ہے۔ ان ہستیوں کے ساتھ جن کی محبت خدا کی محبت، انکا
ذکر خدا کا ذکر ہے۔ سچ فرمایا رسول خدا نے۔

احب اللہ من احب حسیناً۔ رواہ الترمذی کہ اس نے اللہ کی محبت
کی جس نے حسینؑ کی محبت کی۔

لہذا یہ ماتم دنیاوی ماتم نہیں بلکہ اس سے احیاء ذکر حسین مطلوب ہے
اور ذکر حسین سے ذکر اللہ کا احیاء اسی لئے ہمارے ائمہ طاہرین تخصیص ماتم
حسینؑ کے قائل ہیں۔ کل جزع وفزع مکروہ الا علی الحسین کہ ہر جزع اور
بیقراری مکروہ ہے۔ مگر ماتم حسینؑ کیونکہ حسینؑ کی توصیف کی تو حسینؑ کا احیاء دین الحمید ہے ماتم عین غم حسینؑ
جلوس عزا مرثیہ خوانی حسین علیہ السلام کی شہادت کا زندہ رکھنا مقصود ہے جنکا مذہب ذکر حسین سے زندہ ہوتا ہے
وہ اس کے لئے جملہ اسباب اختیار کریں گے۔ جنکا مذہب مٹ رہا ہے وہ انکو
مٹانے کی کوشش کریں گے۔

شیعو! یاد رکھو تمہارے مذہب کی بقا ذکر حسینؑ اور بردہ زینب میں مضمر
ہے۔ انکا مٹنا تمہارے مذہب کا مٹ جانا ہے۔ انکو زندہ رکھنے کیلئے جوان مرد و

اا،وجان قربان کر دحسینؑ مظلوم نے تمہارے مذہب کی خاطر کچھ بچا کر نہیں رکھا۔ جو لوگ حسینؑ کو مٹانا چاہتے تھے آج یاد حسینؑ انکو کب گوارا ہے۔ عمر مظاہر ذوریت نے کیا۔ رسول اللہؐ نے کیا علیؑ نے کیا۔ فاطمہؑ نے کیا۔

ثبوت گریہ بر حسین علیہ السلام

واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینھم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق۔ (پ ۷ س مائدہ)

اور جب سنتے ہیں جو کچھ اتارا گیا ہے طرف رسول کی دیکھتا ہے تو ان کی آنکھوں کو کہ بہتی ہیں آنسو سے حق پہچاننے کی وجہ سے۔

معلوم ہوا حق پہچان کر رونا مومنین اہل مودت کا کام ہے اسی لئے ان کے حق میں اقربھم مودۃ للذین آمنوا وارد ہوا ہے۔

گریہ یعقوبؑ بر یوسفؑ جواز گریہ بر محبوبان خدا کی دلیل ہے

وتولی عنھم وقال یا اسفی علی یوسف وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم وقالوا تاللہ تفتؤا تذکر یوسف حتی تکون حرضا او تکون من الھالکین قال انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ واعلم من اللہ ما لا تعلمون

(پ ۱۳ س یوسف) اور منہ پھیر لیا ان سے اور کہا ہائے افسوس اوپر یوسف کے اور

سفید ہو گئیں آنکھیں یعقوبؑ کی غم سے پس وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔ کہا انہوں نے
قسم خدا کی آپ ہمیشہ ذکر یوسفؑ کرتے کرتے بیمار ہو جائینگے، بلکہ ہلاک، کہا
سوائے اس کے نہیں کہ میں اپنے غم اور حزن کی شکایت اپنے اللہ سے کرتا
رہتا ہوں اور خدا کی طرف سے جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے،،

آیت ہذا سے تین چیزیں ثابت ہوئیں۔

(۱) اظہار غم وآہ وبکاء یا اسفا اور وا ویلا۔ اگرچہ جسم کی حالت تجدد مرض
یا ہلاکت پہنچ جائے۔ مگر ذکر محبوب بند نہ ہونا چاہیئے۔

(۲) مظاہرہ خلاف ظلم اگرچہ ظالم بصورت ناصح سمجھائے۔ اور
بجھائے مگر رکنا نہیں چاہیئے۔

(۳) محب کا کام رونا اور ظالم کا کام روکنا ہے۔ قول ظالم برائے تسلی
نہیں ہوتا۔ اب دیکھو غم حسینؑ سے کون روکتا ہے۔ کون ناصح بنتا ہے
اور کون اظہار کے اسباب بنا رہا ہے۔ اور دنیا کو غم حسینؑ کی طرف بلا رہا ہے
کیا ماتم یوسفؑ سے روکنے والے یا بانیان ستم نہ تھے اور آخرکار خود ہی رونے
لگے۔ یہ آیت اصول ماتم میں اصل الاصول ہے۔ اور تمام مکر و فریب پر
پانی پھیر دیتی ہے۔

گریہ رسولؐ خدا بر امام مظلوم

عن ام الفضل فی روایۃ، قد خلت یوماً علی رسول اللہ فوضعتہ

فی حجرہ ثم کانت منی التفاتہ فاذا عینا رسول اللہ صلی اللہ
تھریقان الدموع قالت فقلت یا رسول اللہ بابی انت
وامی مالک قال اتانی جبریل فاخبرنی ان امتی
ستقتل ابنی ھذا (مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۲ باب مناقب اہلبیت)

ام الفضل زوجہ حضرت عباس عم رسول سے روایت ہے کہ میں ایک
روز رسول خدا کی خدمت اقدس میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو جب کہ
وہ ایک روزہ تھے۔ لیکر حاضر ہوئی۔ حضور کی گود میں رکھدیئے میں نے جو
غور سے دیکھا تو حضور کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہیں میں نے عرض کی
حضور یہ کیا۔ یہ رونا کیسا۔ فرمایا اے بی بی میرے پاس جبریل امین آئے
انہوں نے خبر دی ہے کہ میری امت اس میرے بیٹے کو ناحق قتل کریگی
حدیث ہذا سے جبرئیل کا مصائب حسینؑ پڑھنا اور حضور کا سنکر رونا
ثابت ہوا۔ مصائب خوانی اور اس پر گریہ سنت رسول ثابت ہوئی۔
منکرین عزاء منکر سنت ہوئے۔

گریہ جناب امیر علیہ السلام بر حسین علیہ السلام بمقام کربلا

عن اصبغ بن نباتہ عن علی رضی اللہ عنہ قال اتینا معہ موضع قبر الحسین
رضی اللہ عنہ فقال ھٰھنا مناخ رکابھم وموضع رحالھم وھٰھنا مھراق

دماشہم فتیۃ من ال محمد صلی اللہ یقتلون بھذا العرصۃ
تبکی علیھم السماء والارض

(رواہ ابونعیم فی دلائل النبوۃ ص۱۱ مطبوعہ حیدرآباد دکن و صواعق محرقہ لابن حجر مکی ص۱۱۵ مطبوعہ مصر)
اصبغ بن نباتہ نے روایت کی ہے کہ ہم حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ
صفین کی واپسی پر اس جگہ آئے جہاں اب قبر حسینؑ ہے حضرت وہاں بہت
روئے دریافت پر فرمایا کہ یہ حسین غریب کی مقتل گاہ ہے یہاں انکی
سواریاں بیٹھیں گی۔ یہاں ان کے خیمے ہوں گے۔ یہاں ان کی مقتل
گاہ ہوگی۔ آل محمد کے چند جوان اس میدان میں مارے جائیں گے ان پر
زمین روئے گی۔ آسمان روئے گا۔

ثبوت سینہ کوبی ورخسار زنی بر حسین علیہ السلام

سب سے زیادہ زور ہمارے برادران کا سینہ کوبی پر ہوتا ہے بلکہ بعض
تو زمین و آسمان کے قلابے ملا دیا کرتے ہیں حالانکہ اس کے ہزاروں ثبوت
کتاب وسنت میں موجود ہیں۔ قال اللہ تعالےٰ

فاقبلت امراتہ فی صرۃ فصکت وجھھا وقالت عجوز
عقیم (پ ۲۶ س والذاریات)

پھر آگے آئیں بی بی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بولتی ہوئی

کرتی ہوئی پھر اپنا منہ پیٹا افسوس سے اور کہا کہ ہائے کیا جنونگی بچہ بڑھیا۔

(دیکھو تفسیر موضح القرآن مصنفہ شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلوی ص ۴۴۳ مطبوعہ لاہور)
اس سے رخسار زنی صاف ظاہر ہے اور واویلا کا لفظ۔

(سورہ ہود پ ۱۲ سے ظاہر ہے) قالت یا ویلتیٰ ءالد وانا عجوز وھٰذا بعلی شیخا

اور کہا ہائے مجھکو کیا جنونگی میں اور میں بڑھیا ہوں اور میرا خاوند بوڑھا ہے۔

(تفسیر جلالین ص ۴۳۲ مطبوعہ)

فی صرۃ صیحۃ حال ای جآءت صائحۃ فصکت وجھہا لطمتہ

کہ بی بی صاحبہ چیخ و پکار کرتی آئی اور اپنا منہ پیٹ لیا۔

لطمت کا ترجمہ جلالین ص ۴۳۲ مطبوعہ مذکورۃ الصدر حاشیہ ص ۲۲ میں ہے۔ لطمہ لطمہ

طمانچہ زنی ہے۔ یعنی بی بی نے اپنے منہ پر طمانچے مارے۔

ماتم حضرت عائشہ ام المومنین بر وفات رسول خدا صلعم

عن عبد اللہ بن زبیر قال سمعت عائشۃ تقول مات رسول

صلی اللہ علیہ وسلم بین سحری ونحری وفی دولتی لم اظلم فیہ احدا

فمن سفھی وحداثۃ سنی ان رسول اللہ قبض وھو فی

حجری ثم وضعت راسہ علی وسادۃ وقمت

التدم مع النساء واضرب وجھی

(رواہ احمد فی مسند سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۳۰۵ جلد ۲ تاریخ طبری صفحہ ۱۹۷ جلد اول سیرت حلبیہ
صفحہ ۲۷۶ جلد دوم مطبوعہ مصر)

عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ میں نے سنا کہ بی بی عائشہ ام المومنین
فرماتی تھیں کہ رسول خدا میرے سینہ پر اور میری باری میں فوت ہوئے میں نے
کسی پر ظلم نہیں کیا۔ میری سفاہت اور کم سنی سے ہے کہ تحقیق رسول خدا
فوت ہوئے میری گود میں پھر میں نے حضرت کا سر تکیہ پر رکھ دیا۔ اور
خود اٹھکر کھڑی ہو کر عورتوں کے ساتھ پیٹنے لگی۔ اور میں اپنا منہ پیٹ رہی تھی
سبحان اللہ یار لوگوں نے جواز ماتم کو کمزور کرنے کی خاطر بی بی عائشہ کو
معاذ اللہ بیوقوف بنا دیا۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ بی بی عائشہ اسوقت کمسن
تھیں تو باقی بیبیاں جو ماتم کر رہی تھیں۔ سب کمسن ہو گئیں۔ بی بی عائشہ اگر
کمسن تھیں تو اہلسنت کا نصف دین کیسے ام المومنین سے مروی
ہو گیا۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کمسن تھی اور غلطی ہو گئی تو حضرت ابوبکر کی
وفات پر پھر کیوں ماتم قائم کیا۔ دیکھو ماتم عائشہ بر ابوبکر رض

واقامت عائشۃ علیہ النوح فنہاھن عن البکاء فابین
ینتھین فقال لھشام بن الولید ادخل فاخرج الی ابنۃ ابی
قحافۃ اخت ابی بکر فقالت عائشۃ لھشام حین سمعت
ذالک من عمر انی احرج علیک بیتی فقال لھشام ادخل فقال

اذنت لك فدخل هشام فاخرج ام فروة ابنة ابی قحافہ فعلاها بالدرة ضربا فتفرق النواح حین سمعن ذالك۔

(تاریخ کامل ص۲۰ جلد دوم مطبوعہ مصر و عقد الفرید ص۶۵ ج ۰۲)

کہ بی بی عائشہ ام المومنین حضرت ابوبکرؓ پر نوحہ برپا کیا۔ اور نوحہ خواں بلائیں حضرت عمرؓ نے ان کو اس نوحہ خوانی سے منع کیا۔ انھوں نے رکنے سے انکار کیا اس نے اپنے سپاہی ہشام بن ولید کو حکم دیا کہ عائشہ کے گھر میں گھس اور ام فروہ دختر ابوقحافہ ہمشیرہ ابوبکرؓ کو کھینچ کر میرے پاس لاؤ۔ یہ سنکر حضرت عائشہ زوجہ رسول ام المومنین نصف دین کی عالمہ باہر سے ہشام سپاہی عمر کو فرمایا۔ کہ خبردار میں اپنے بیت شرف خانہ اطہر میں تیرا داخلہ حرام کرتی ہوں عمر نے کہا داخل ہو جا۔ تجھے میں جو حکم دیتا ہوں۔ پس ہشام داخل ہو گیا۔ ام فروہ کو کھینچ کر باہر لایا۔ پس حضرت عمر نے دُرّہ سے اسکو خوب مارا۔ اور بار بار مارا۔ پس یہ حالت دیکھکر نوحہ خواں عورتیں رفو چکر ہو گئیں۔

کیا یہاں بھی حضرت عائشہ سے بھول ہو گئی۔ کیا ان سے ہر روز بھول ہوتی ہے مگر معمولی بات تھی تو حضرت عمر نے روکنا کیوں چاہا اور حضرت عائشہ نے اس پر اصرار کیوں کیا۔ اور یہ حقیقت عائشہ کا علم حضرت عمر سے زیادہ ہے۔ اس سے قبل بی بی عائشہؓ بکا ء علی المیت کے متعلق حضرت عمر کی غلطی نکال چکی تھی۔ (دیکھو بخاری شریف باب بکاء علی المیت)

معلوم ہوا کہ آہ و بکا ماتم خوانی کو رد کرنا حضرت عمر کی پرانی سنت ہے۔

ماتم صحابی روزہ ٹوٹنے پر

عن سعید بن المسیب انہ قال جاء اعرابی الی رسول اللہ یضرب نحرہ و ینتف شعرہ و یقول ھلکت الا بعد فقال لہ رسول اللہ و ما ذالک قال اصبت اھلی وانا صائم فی رمضان فقال لہ رسول اللہ ھل تستطیع ان تعتق رقبۃ قال لا فقال فھل تستطیع ان تھدی بدنۃ قال لا قال فاجلس فاتی رسول اللہ بعرق من تمر فقال خذ ھذا فتصدق بہ فقال ما احد احوج منی یا رسول اللہ فقال کلہ وصم یوما مکان ما اصبت

(موطا امام مالک ص ۹۰ سطر آخر باب کفارہ من افطر فی رمضان مطبوعہ قمستانی)

سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس اپنا سینہ کوٹتا ہوا اور بال نوچتا ہوا۔ اور کہتا تھا کہ ہلاک ہوا وہ شخص جو دور ہے نیکیوں سے تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کیا ہوا۔ بولا میں نے صحبت کی اپنی بیوی سے رمضان کے روزہ میں فرمایا رسول اللہ نے ایک بردہ آزاد کر سکتا ہے بولا نہیں۔ فرمایا

آپ نے ایک اونٹ یا گائے کو ہدیہ کر سکتا ہے یا دل نہیں۔ فرمایا آپ نے بیٹھ اتنے میں ایک ٹوکرا کھجور کا آپ کے پاس آیا آپ نے فرمایا اسکو لے اور صدقہ کر۔ وہ بولا مجھ سے زیادہ کوئی محتاج نہیں ہے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کھالے اسکو اور ایک روزہ رکھ لے اس دن کے بدلے جس دن تو نے یہ کام کیا۔ (موطا مترجم مولوی وحید الزماں خاں صفحہ ۲۵ و مطبع زنشاہ ولی اللہ صاحب صفحہ ۲۴۶ جلد اول)

یہ سینہ کوبی حضور کے سامنے ہوئی امر ممنوع سے روکنا حضور کا فرض ہے لہذا ثابت ہوا کہ مذہبی نقصان پر اس قسم کا اظہار جائز ہے۔ اگر امر دنیا ہوتا تو منع فرما دیتے۔ شہادت امام حسین بھی امر دینی ہے۔ اسمیں کیوں نہ ماتم کیا جائے۔ اور اسکی اہمیت کو ظاہر کیا جائے۔

ماتم عمرؓ بر طلاق حضرت حفصہؓ ام المومنین

(مدارج النبوۃ مصنفہ شیخ عبد الحق میں ہے)

چوں ایں خبر بعمر رسید مبتلائے غم شد صفحہ ۶۰۵ جلد دوم

کہ جب یہ خبر طلاق حضرت حفصہ حضرت عمرؓ کو پہنچی تو بہت رنجناک ہوئے اور بہت پیچ و تاب کھائے

(اور معارج النبوۃ صفحہ ۶۳ رکن چہارم مطبوعہ بمبئی میں اسکی تفصیل یوں ہے

ئ کہ چوں حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ این معنی معلوم کرد،
• خاک بر سر ریخت و فغاں بر آورد۔ کہ جب طلاق حفصہ کی خبر حضرت عمر کو
پہنچی تو اپنے سر پر خاک ڈال لی اور آہ و فغاں کرنے لگے۔!
اللہ اکبر: حضرت عمرؓ کی بیٹی کی طلاق کی خبر اگر غلط بھی آجائے
سر پر مٹی پڑ جاتی ہے۔ اور آہ و فغاں شروع ہو جاتا ہے۔ اور
اگر بنی زادیاں قید بھی ہو جائیں تو سر پہ خاک ڈالنی آہ و فغاں ناجائز
ہو جاتا ہے۔

ماتم عمرؓ بر موت نعمان بن مرہ

عن ابی عثمان قال اتیت عمر ا بنعی النعمان بن مرۃ قال
فجعل یدہ علی رأسہ وجعل یبکی (مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۶۱)
کہ حضرت عمر کے پاس جب نعمان بن مرہ کی خبر مرگ آئی تو اپنے سر
پر ہاتھ رکھ کر رونا شروع کیا۔ سر پہ بازو رکھ کر رونا دلا نہیں تو اور
کیا ہے۔ ذرا سنت خلفاء پر چلنے والے ماتم حسینؑ کو سمجھا کریں۔

• سرکار دو عالمؐ کا دروازہ فاطمہ پر رو بیٹھنا

عن علی ابن ابی طالب قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم طرقہ وفاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم فقال لھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم الا تصلون قال علی فقلت یا رسول اللہ ان انفسنا بید اللہ فاذا شاء ان یبعثنا بعثنا فانصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہٖ وسلم حین قال لہ ذالک ولم یرجع الیہ شیئاً ثم سمعتہ وھو مولٍ یضرب فخذہ وھو یقول وکان الانسان اکثر شیٍٔ جدلا۔

(بخاری صد ۱۰۹۱ جلد ۲ صد ۱۵۲ جلد اول)

حضرت علی بن ابی طالب بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کو آکر ان کو حضرت فاطمہ اپنی صاحبزادی کو جگایا اور فرمایا کہ تم نماز نفل کیوں نہیں پڑھتے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارے نفس خدا کے قبضے میں ہیں۔ جب وہ ہم کو اٹھانا چاہتا ہے ہم اٹھتے ہیں۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا تو آپ نے پھر مجھ سے کچھ نہ کہا اور آپ سے الٹے پھرتے ہیں میں نے سنا کہ آپ نے اپنی ران پر ہاتھ مار کر فرمایا۔ وکان الانسان اکثر شیٔ جدلا

"انسان بہت جھگڑالو ہے"

اس حدیث سے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازہ فاطمہ پر

زانو پیٹنا ثابت ہوگیا۔ حالانکہ یار لوگ زانو پیٹنے پر ہر جگہ تمام عمر کے

اعمال ضائع ہوجانے کا فتویٰ دیتے رہتے ہیں۔ اس حدیث سے استدلال

میری تفسیر بالرائے نہیں بلکہ۔

بخاری شریف کے مشہور شارح علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری

ص۹ جلد سوم مطبوعہ مصر میں لکھتے ہیں :۔

قولہ لیضرب فخذہ فیہ جواز ضرب الفخذ عند التاسف

کہ اس حدیث میں وقت افسوس زانو پیٹنے کا جواز موجود ہے۔ اب تو زانو

پیٹنا سنت رسول ثابت ہوگیا۔ دیکھئے یار لوگ کیا جواب گھڑتے ہیں۔

ماتم فاطمۃ الزہرا از خبر مرگ رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مدارج النبوۃ ص۱۶۳ جلد ۲ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رقمطراز ہیں۔ کہ

فاطمۃ الزہرا چوں ایں آواز شنید دست بر سر زناں از خانہ بیروں دوید

مے گریست وہم زناں ہاشمیہ مے نالیدند۔"

کہ جب رسالتماب کی خبر مرگ میدان احد سے مدینہ میں پہنچی اور جناب سیدہ

نے سنی۔ سر پیٹتی ہوئی گھر سے باہر آئی۔ اور زار و زار رو رہی تھی۔ اور دیگر

ہاشمی عورتیں بھی رو رہی تھیں۔

سبحان اللہ جناب سیدہ کا غم رسالتماب میں پیٹنا بھی کتب اہلسنت

سے ثابت ہوگیا۔

الاُخر

یہ تمام ثبوت یکطرف۔ مگر جناب زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کا ماتم برنعش حسین ع مظلوم مع ہاشمیات عزاداری میں ایک اصل الاصول ہے دیکھو اہلسنت کی کتاب (البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص ۱۹۳)

قال قرۃ بن قیس لما مرت النسوۃ با القتلیٰ صحن ولطمن خدودھن قال فما رایت من منظر من نسوۃ قط احسن منظر رایتہٗ منھن ذالک الیوم۔

کہ راوی لکھتا ہے۔ جب آل محمد کا اسیر قافلہ مقتولان دشت کربلا کی لاشوں پہ پہنچا تو مخدرات عصمت وطہارت بے محابا گر پڑیں۔ اور انہوں نے آہ و بکا اور نوحہ کیا رخسار پیٹے۔ ماتم کیا راوی کہتا ہے اتنا بہترین منظر حلقہ ماتم کا کبھی نظر نہیں آیا۔ جیسا کہ اس دن دیکھا۔ اور جناب بہیدہ ثانیہ زینب کبریٰ نے جو اس حلقہ میں نوحہ وندبہ پڑھا اس کی تصویر کشی مورخ ابن کثیر نے یوں کی ہے۔

فلما مروا بمکان المعرکۃ وارادوا الحسین واصحابہ مطرحین ھنالک بکینہا النساء وصرخن وندبت زینب

اخاها الحسین واهلها فقالت وهی تبکی یا محمد آلا یا محمد

ولا صلی اللہ علیک اللہ وملک السما لا ھذا حسین بالعری

مرمل بالدماء مقطع الاعضاء یا محمد اہ وبناتک سبایا وذریتک

مقتلۃ تسفی علیھا الصبا، قال فابکت واللہ کل عدو وصدیق

(البدایہ والنہایہ ص ۱۹۱ جلد ۸)

کہ جب یہ قافلہ مقتل گاہ سے گذرا اور حسین مظلوم اور آپ کے اصحابوں

کی لاشوں پر نظر پڑی کہ پارہ پارہ ہو کر خاک پر پڑے ہیں۔ اس وقت

بیبیاں رو ئیں۔ اور پیٹیں۔ جناب زینب رض ہمشیر امام مظلوم غریب

الدیار نے یہ نوحا پڑھا۔ رو رو کر کہتی۔ ہائے میرے نانا محمد ہائے تجھ پر

خدا نے درود بھیجا۔ ملائکہ نے سلام پڑھا۔ مگر یہ تیرا حسین آج دشت

کربلا میں خاک آلود پڑا ہے۔ اس کے تمام اعضا پارہ پارہ کر دیے گئے

ہیں۔ ہائے میرے نانا جان محمد تیری بیٹیاں آج قیدی ہو کر جا رہی ہیں۔

اور تیری اولاد قتل کر دی گئی ہے۔ جن کی لاشوں پر خاک دھول پڑ رہی

ہے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ جناب زینب رض نے حلقہ ماتم میں کچھ اب

دردناک نوحہ پڑھا کہ دوست اور دشمن کو رلا دیا۔

یہ ہے عضوِ اختصاراً سینہ کوبی کا ثبوت اور عزاداری کی

اصل کہ جناب زینب امام زین العابدین رسن بستہ قیدی کی موجودگی

میں حلقہ باندھ کر پیٹ رہی تھیں۔ اور نوحہ خوانی بھی کر رہی تھیں۔

ثبوت تعزیہ یعنی شبیہہ روضہ امام مظلوم علیہ السلام

اصلی تجدید غم امام مظلوم ہے۔ دیگر وسائل اور اسباب ہیں۔ اور شرط یہ ہے۔ کہ اسباب منہی عنہ نہ ہوں۔ سو ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ تعزیہ سے مراد شبیہہ روضہ امام حسین علیہ السلام ہے۔ جو ایک متبرک مقام کی شبیہہ اور تمثال ہے۔ اور یہ جائز اور موجب غم مظلوم ہے۔ ہمارے برادران کا اس پر اعتراض اپنی کتب بلکہ قرآن اور حدیث سے عدم واقفیت پر دال ہے۔ مقامات متبرکہ بنانا اور ان کی تعظیم کرنا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اول بت پرستی اور شبیہہ مقامات متبرکہ کا فرق سنیئے۔ پھر قرآن مجید سے حرمت اصنام اور جواز تمثال مقامات متبرکہ دونوں پڑھیئے، ہر چیز سے ثابت ہے۔ صرف نگاہ غور اور مطالعہ شرط ہے۔

حقیقت اصنام اور ابتدائے اصنام

ابتدائے اصنام بت پرستی حضرت ادریس علیہ السلام کی وفات کے بعد ہوئی؛ اور ادریس علیہ السلام کا نسب نامہ یہ ہے۔

واسطہ حضرت آدم تک پہنچتا ہے۔ اور حضرت نوح علیہ السلام بیدو واسطہ حضرت ادریسؑ کے فرزند ہیں۔ یعنے نوحؑ پسر ملک۔ ملک پسر متوسلخ۔ متوسلخ پسر ادریس علیہ السلام یعنی کل آٹھ پشت حضرت آدمؑ کے بعد بت پرستی شروع ہوئی۔ یعنی فرزندان ادریس علیہ السلام کے مجسمے بنا کر اپنے اپنے معبدوں میں رکھے۔ تعظیم سے عبادت شروع ہوئی پھر توہمات کی بنا پر الوہیت کی مختلف طاقتوں کے مظہر بنے۔ اور اپنی اصطلاح میں ان کے مختلف نام رکھے گئے۔ بُت پرستی کے خلاف آواز حضرت نوح علیہ السلام نے اٹھائی۔ بت پرستی سے لوگوں کو توحید کی طرف بلایا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔

قال رب انی دعوت قومی لیلاً ونھاراً فلم یزدھم دعاءی الا فراراً ہ (پ ۲۹ س نوح)

کہ حضرت نوحؑ نے کہا۔ اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو دن رات دعوت دی۔ مگر میری دعوت نے صرف ان کا فرار بڑھایا۔"

یعنے ان کو یہ دعوت مفید نہ ہوئی۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا۔ قالوا لا تذرن الھتکم ولا تذرن ودّا ولا سواعاً ولا یغوث و یعوق ونسراً ہ

کفار نے کہا کہ لوگو! نوح کے کہنے پر اپنے معبودوں کو نہ چھوڑو۔

یعنی نہ چھوڑو۔ وَدّ۔ سواع، یغوث۔ یعوق۔ نسر۔ گو یہ نام اصل میں
فرزندانِ ادریس علیہ السلام کے ہیں۔ اِن کو مختلف قدرتوں کے مظہر
سمجھ کر پتھر سے اِن کے مجسمے تراش کر لباس پہنا کر معبدوں میں رکھے
گئے۔ پھر توہمات کی بنا پر بعض مجسمے انسان کی بجائے حیوانی شکلوں پر بھی
بنا دیئے گئے۔ اور اہل ہنود نے حسبِ اصطلاح خود اِن کے نام بشنو۔
برہما۔ اندر۔ شِو۔ ہنومان رکھے۔ اور اِن کے پتھر کے بُت بنا کر پوجے۔
طوفانِ نوحؑ میں یہ تمام بُت غرقاب اور زیرِ زمین ہو گئے۔ بعد طوفان شیطان
لعین نے پھر نشاندہی کی۔ عربوں نے اِن کو نکال کر پھر پوجا پاٹ شروع
کر دی۔

دوسری آواز جو کہ زور اور اصلی بت پرستی کے خلاف اٹھی وہ حضرت
ابراہیم علیہ السلام کی بُت شکن آواز ہے۔ چنانچہ سورۂ انبیاء پ ۱۷ میں
ارشاد ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ اِذْ قَالَ
لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ۔ قَالُوْا وَجَدْنَا
اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِیْنَ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔

اور البتہ تحقیق ہم نے دی ابراہیم کو ہدایت پہلے ہی سے اور تھے ہم جاننے
والے۔ جب کہا اس نے واسطے اپنے رب کے اور قوم اپنی کے۔ کیا
ہیں یہ صورتیں کہ تم واسطے اِن کے اعتکاف کرنے والے ہو۔

کہا انہوں نے پایا ہم نے باپوں اپنوں کو واسطے اُن کے عبادت کرنے والے۔"

آخری آواز جس نے عرب کو بت پرستی سے ہمیشہ کے لئے پاک کر دیا۔ سرکار دو عالم کی آواز ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔

افرئیتم اللٰت والعزی ومنوۃ الثالثہ الاخری الکم الذکر ولہ الانثیٰ تلک اذاً قسمۃ ضیزیٰ ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم واباءکم ما انزل اللہ بھا من سلطان ان یتبعون الا الظن وما تھوی الانفس (پ ۲۷ س نجم)

"کہ تباؤ لات وعزے اور تیسرا منات بر کہا۔ کیا تمہارے لئے لڑکے اور اس کے لئے لڑکیاں۔ یہ بہت بری تقسیم ہے۔ یہ کچھ بھی نہیں صرف نام ہیں۔ جو تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے ان کی سند اور دلیل نازل نہیں کی۔ وہ لوگ صرف ظن کی پیروی کر رہے ہیں۔ یا اپنے نفس کی خواہشات پر چلتے ہیں۔

دلیل اور یقین کہاں یہ تمام تفصیل تفسیر عزیزی پارہ تبارک الذی جلد ۱۱ سورہ نوح) سے ماخوذ ہے۔ معلوم ہوا بت پرستی کی حقیقت انسان یا حیوان کی فرضی مورتیوں الوہیت کی طاقتوں کو فرضی مظاہر بلا دلیل وسند مان کر عبادت کرتا ہے۔ مگر قبور انبیاء اور اولیاء اور ان کے تماثیل اور

مقاماتِ مقدسہ اور متبارکہ کی تعظیم داخل بت پرستی نہیں ورنہ آیاتِ قرآنیہ و قوانین الٰہیہ میں۔ تناقض لازم آئے گا۔

ثبوت تعظیم مقاماتِ متبرکہ

اِنَّ اوّل بیتٍ وُضع للناسِ لِلّذی بِبکۃ مبارکاً وھدًی للعالمین فیہ اٰیٰت بیّنٰت مقام ابراھیم

(پ۴ ال عمران)

"تحقیق پہلا گھر جو لوگوں کے واسطے بنایا گیا وہ ہے جو مکّہ میں ہے۔ مُبارک ہے اور عالمین کے لئے باعث صداقت ہے۔ اس میں روشن نشانیاں ہیں۔ اور مقام ابراہیم یعنے ان کے کھڑے ہونے کی جگہ یعنے نقشِ پائے حضرت ابراہیم۔"

(تفسیر عثمانی صـ۶۳ معہ ترجمہ فارسی تفسیر جلالین صـ۵۶ مطبوعہ اصح المطابع کراچی میں ہے۔ مقام ابراھیم ای الحجر الذی قام علیہ بناء البیت فاثرت قدمیہ فیہ وبقی الی الاٰن مع تطاول الزمان وتداول الایدی علیہ۔

کہ بیت اللہ مقامِ ابراہیم علیہ السّلام سے مراد وہ پتھر ہے جس پر بنائے کعبہ کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السّلام کھڑے ہوئے

آپ کے قدم اِس پر اثر کر گئے۔ اور وہ اب تک باقی ہیں۔

(تفسیر موضح القرآن صہ ۱۲)

یہ ہوئی تعظیم نقش قدم ابراہیم۔ اِس مقام کی تعظیم کو یا زیارت کو۔ یا باعثِ برکت ہونے کو داخل شرک کرنا اور بُت پرستی میں داخل کرنا جہالت ہے۔ ع اللہ رے برکت نقشِ کفِ پائے حضرت ابراہیم

(جلالین صہ ۵۷ حاشیہ ۲ میں انس بن مالک سے یہ روائیت بھی موجود ہے۔ رائت المقام فیہ اصابع ابراہیم واخمص قدمیہ غیر انہ اذھبہ مسح الناس بایدیھم۔

میں نے مقام ابراہیم کو خود دیکھا ہے اس میں آپ کے قدموں کی اُنگلیوں کے حتیٰ کہ کفِ پائے مبارک کے نشانات بھی موجود ہیں لیکن اب لوگوں کے چھونے سے مٹ چکے ہیں۔

(تفسیر مدارک صہ ۱۳۳ جلد اول مطبوعہ مصر میں ہے) کہ یہ نشانات جو اِس پتھر میں ہیں اِس وقت بنائے کعبہ میں جب اِن پر کھڑے ہو کر تعمیر کرنے لگے اور ایک روائت یہ ہے کہ یہ نقشِ قدم اِس وقت لگے جب آپ شام سے بصورت زائر آئے، اور زوجہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اِن کو اِس پتھر پر قدم رکھ کر غسل دیا۔ (تفسیر مظہری صہ ۹۴ جلد اول میں ہے،

کان فیہ اثر قدمیہ فاندرس من کثرۃ المسح بالایدی کہ اِس

اِس میں نشانِ قدم تھے۔ لیکن لوگوں کے کثرت مس کی وجہ سے مِٹ گئے مگر تعظیم اور تبرک باقی ہے۔

تعظیم صفا و مروہ

اِنَّ الصَّفَاءَ وَالمَروَۃَ مِن شعَائرِ اللّٰہِ (پ۲) تحقیق صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں سے ہیں۔

وَمَن یُعظم مِن شعائرِ اللّٰہِ فَاِنّھا مِن تقویٰ القلُوب پ۱۷ الحج۔ اور جو کوئی تعظیم کرے خدا کی نشانیوں کی پس پرہیزگار دل والا ہے معلوم ہوا اللہ کی عبادت واجب اور اِس کے نشانات اور شعار کی تعظیم پرہیزگاروں کا کام ہے۔ اور اِن کے نشانات کی توہین و تذلیل حصہ فاسقین ہے۔ علیٰ ھذا القیاس تعظیم حجر اسود اور تعظیم روضہ سرکار رسالت مآب داخل بُت پرستی نہیں اور نہ ہی شرک ہے

بیت اللہ شبیہہ بیت المعمور ہے

(چنانچہ تفسیر جمل حاشیہ جلالین صـ۲۹۷ جلد اول میں ہے)

وذٰلِکَ اِنَّ اللّٰہ وضع تحت العرش البیت المعمور۔ وامر الملٰئکۃ الذین فی الارض ان یبنو بیتًا فی الارض علٰے

امثالہ وقدرہ فبنوا ھذا البیت وامروا ان یطوفوا بہ کما یطوف اھل السمٰوٰت بالبیت المعمور۔

کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے عرش کے نیچے بیت المعمور کو بنایا پس حکم ہوا کہ اس کا طواف بھی اس طرح کیا جائے۔ جیسا کہ بیت المعمور کا اہل آسمان کرتے ہیں۔

اور یہی روائت تفسیر مظہری صہ پر امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے کہ بیت اللہ شریف بیت المعمور کی شبیہہ ہے۔ اور بیت المعمور تحت العرش ہے۔ معلوم ہوا کہ ابتدا سے مقامات مقدسہ کی شبیہہ بنانے کا سلسلہ عرش سے شروع ہوا کہ اس لامکان غیر محدود خالق نے اپنی ذات کے مظاہر بنانے سے تو منع کیا۔ کہ میرا مظہر کامل بننا محال ہے۔ لہٰذا مطلق کو مقید نہ کرو۔ نہ معقول کو محسوسات میں لاؤ۔ عبادت حق مرتبہ الوہیت بذاتہ ہے۔ مظاہر جزئیہ کا حق نہیں۔ جیسا کہ کلیت حق انسان مطلق ہے۔ اس کے جزئی افراد کا حق نہیں۔ وسعت اور دائمی روانی بحر مطلق کا حق ہے۔ اس کے امواج کا حق نہیں۔ لہٰذا بت سازی منع ہوئی۔ کیونکہ وہ خدا کے مظہر سمجھے جانے لگے تھے۔

چونکہ انسان بھی خدا کا مظہر اتم ہے اسکی تمثال بھی بت پرستی تھی۔ لہٰذا وہ بھی منع ہوئی چونکہ مکان کی شبیہہ میں یہ شائبہ نہیں۔ کیونکہ مکان کو کوئی مکین نہیں سمجھتا

بلکہ مکان ایک نشان ہے۔ جس کو دیکھ کر صاحب البیت یاد آتا ہے۔ لہٰذا
تحت العرش عرش کی شبیہہ بیت المعمور بنی اور زمین پر بیت المعمور کی
شبیہہ بیت اللہ بنا۔ یہ ہوئی مسجد حرام اور اس کی شبیہیں قریہ بقریہ اور بستی
بستی میں بنیں لہٰذا معلوم ہوا کہ کسی مکان کی شبیہہ بنانے میں کوئی حرج نہیں لیکن
مکین کی شبیہہ نہ ہو اگر سارے دعوتی ملاں مل کر بیت اللہ و حجر اسود روضۂ
سرورِ کائنات و دیگر بزرگوں اور اہلبیت کے روضے اور ان کی تماثیل اور
تشبیہیں بت پرستی کی تعریف میں داخل کر دیں تو ان کو فی دلیل ایک ہزار
روپیہ دیا جائے گا۔ ورنہ بلا تحقیق شبیہہ روضہ حسین علیہ السلام پر اعتراض نہ
کیجئے۔ معلوم ہوا کہ تماثیل دو قسم کے ہیں۔ ایک مکانوں کے نشانوں کے دوسرے
ہیں۔ مکینوں کے جو حضرت ابراہیم نے توڑ پھوڑ دیے تھے۔ بت۔ اور مکانوں
کے نشانوں کے شبیہہ اور تماثیل تھے۔ جو حضرت سلیمان علیہ السلام
نے بنوائے تھے۔ اگر دونوں ایک ہوتے تو ایک ہی بنوانا کیوں۔ اور دوسرا توڑنا
کیوں؟

وجود تماثیل و شبیہہ بحکم حضرت سلیمان علیہ السلام

از قرآن کریم: جن لوگوں کو شبیہہ روضہ حسین علیہ السلام میں اعتراض ہے
ان کے نزدیک تو بزرگوں کے روضے بھی بے ثبوت اور بے سند ہیں۔ اور

قابلِ انہدام ہیں۔ چنانچہ جنت البقیع کے تمام روضوں کی بربادی آج تک کسی کی بدولت نوحہ خوان ہے۔ اور روضۂ سرورِ دو عالم گرانے کی فکر میں کون ہیں اور باقی بزرگوں کے نشانات اِن کی بے کسی کی وجہ سے کھڑے ہیں۔ اس لئے اِن کے ہاں شبیہہ روضہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دعوتیں! تقیہ کی بجائے منافقت کو روا رکھنے والو ذرا اپنی اخبار میں داتا گنج بخش۔ بابا فرید۔ غوث پاک۔ تونسہ شریف کے روضوں کی نسبت یہ تو بتاؤ یہ آپ کے نزدیک جائز ہیں یا ناجائز؟۔ اگر جائز ہیں تو کس دلیل سے؟ اگر ناجائز ہیں تو کس دلیل سے؟ اگر ناجائز ہیں تو فتویٰ شائع کرو۔ ورنہ ہم سے شبیہہ روضہ حسینؑ کا ثبوت کس منہ سے مانگتے ہو۔ شرم کہاں ہے۔

آئیے میں آپ کو مقاماتِ مقدسہ کی اصل اور تمثال دونوں کا ثبوت قرآن مجید سے دکھلاؤں۔ تاکہ تمہیں بصیرت حاصل ہو۔ قساوتِ قلبی دور ہو کر رقتِ قلب آئے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ فی کتابہ المبین یعملون لہٗ ما یشاء من محاریب وتماثیل (پ ۲۲ س سبا)

"جنات بناتے تھے حضرت سلیمانؑ کے لئے محراب اور تماثیل"

(تفسیر جلالین صفحہ ۳۶۹ میں ہے)

محاریب ابنیۃ مرتفعۃ یصعد الیھا بدرج وتماثیل

جمع تمثال وھو کل شئ مثلتہ بشئ ای صور من نحاس

وزجاج ورخام ولم تکن اتخاذ الصور حراما فی شریعتہ

کہ محاریب جمع محراب کی ہے۔ اور وہ اونچی عمارت کو کہتے ہیں۔ جس پر سیڑھی

سے چڑھا جائے اور تماثیل جمع تمثال کی ہے۔ اور وہ کسی اصل شے کی مثال

اور شبیہہ بنانے کا نام ہے یعنی تانبے کچ پتھر کی صورتیں اور یہ صورتیں حضرت

سلیمان کی شریعت میں مباح تھیں الخ!

تفسیر فتح القدیر صہ۳ جلد ۴ میں علامہ شوکانی لکھتے ہیں۔ کہ محراب مکان

رفیع اور بلند کو کہتے ہیں۔ بقول مبرد وہ ہے۔ جس پر سیڑھی کے بغیر چڑھا نہ جائے

اور مقامات مقدسہ کو اسی لئے محراب کہتے ہیں۔ کہ یہ رفیع و یعظم کہ ان کی

تعظیم کی جاتی ہے۔ اور ان کی رفعت دل میں ہوتی ہے۔ معلوم ہوا محاریب

سے مراد مقامات مقدسہ متبرکہ مجیدہ بزرگوں کی جگہیں یادگاریں ہیں۔ اب فرمایئے

اصل روضہ مقدس محراب ہے یا نہیں؟ اور تعزیہ اس کی تمثال ہے یا نہیں اگر

ہے تو اعتراض کیا۔ اصل حکم موجود ہے۔ اور قرآن کریم میں بیت المقدس

کو اسی لئے محراب کہا گیا ہے۔ کہ مقدس مقام ہے۔ فنادتہ الملٰئکۃ وھو قائم

یصلی فی المحراب۔ (پ ۳ س آل عمران)

کہ حضرت زکریا کو فرشتوں نے پکارا۔ اس حال میں۔ کہ وہ محراب میں نماز

پڑھ رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ محراب سے مراد معبد اور مسجد اقصیٰ

ہے۔ جیسا کہ جلالین ص۵ میں ہے۔

ای المسجد۔ کہ اس سے مراد مسجد ہے۔ آپ بیت اللہ مقام حضرت ابراہیم کا بیان پڑھ چکے ہیں۔ کہ بیت اللہ اگرچہ خدا کا گھر ہے۔ مگر اس میں نقش پائے حضرت ابراہیم واجب التعظیم اور بزرگوں کی تعظیم کا آئینہ دار ہے اب بیت المقدس کی نسبت بھی کتب اہل سنت سے پڑھ لیجئے۔ کہ یہ کس بزرگ کی یادگار ہے۔ اور اس میں کس بزرگ کی نسبت متبرکہ کا حصہ شامل ہے۔ کیونکہ محاریب سے مراد حسب بیان تفسیر مظہری ص۱۳۔

قصور حصینة ومساجد وفیحة ومساکن شریفة سمیت لانها یذب عنها ویحارب علیها

مقامات شریفہ عمارات عالیہ مساجد رفیعہ مراد ہیں۔ ان کو محراب کہتے ہیں یہ وجہ ہے کہ اس سے اس کی بے حرمتی سے لوگوں کو روکا جاتا ہے۔ اور اس پر جنگ اور لڑائیاں ہوتی ہیں اور رجب مسجد اقصیٰ کی ابتداء حضرت داؤد علیہ السلام نے کی۔ (تفسیر کشاف ص۲۵۵ جلد ۲ میں ہے)

اسس دنبا بیت المقدس فی صع فسطاط موسیٰ علیہ السلام

کہ بیت المقدس کی بنیادیں وہاں رکھی گئی ہیں۔ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خیمہ تھا۔

اللہ رے یادگار اکابر خیمہ موسیٰ کی یاد قائم کی گئی۔ مگر وہابیوں کو

بزرگوں کی دشمنی میں کچھ نظر نہیں آتا۔ خواہ بیت اللہ یا بیت المقدس میں بزرگوں
کی تعظیم کا شائبہ شامل ہو گیا ہو۔ کیوں کہ وہ اللہ والے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ محاریب
سے مراد مقامات مقدسہ اور تماثیل سے مراد ان کی شبیہاں ہیں۔ اب فرمائیے
روضہ حسینؑ مقام شریف ہے اور تعزیہ شریف اس کی شبیہہ ہے۔ اصل
اور شبیہہ دونوں کا وجود قرآن کریم سے ثابت ہے۔ فرمائیے اعتراض کیا

ایک شبہ کا ازالہ

رہا یہ شبہ کہ اس وقت تصویریں جائز تھیں۔ اب ناجائز ہیں۔ یہ تمہارے
بعض مفسرین کی کوتاہ نظری اور خام خیالی ہے۔ تصویر انسان اور بت حضرت
ابراہیمؑ بلکہ نوح علیہ السلام کے وقت سے حرام اور ناجائز چلے آتے ہیں
جیسا کہ قرآن حکیم کہتا ہے۔

ما هذه التماثيل التي انتم لها عاكفون۔

بقول حضرت ابراہیم اس قسم کی تصویر کبھی جائز نہیں ہے [illegible] لات [illegible]
مقامات مقدسہ کی تشبیہیں تھیں جیسا کہ تفسیر مظہری ص۱۵ الشبوۃ مصنفہ ابونعیم
قلت لعل المراد بہ تماثیل غیر ذی روح لا آپ سامنے رکھتا ہوں۔ کہ
کانت لعبن قبلك۔ [illegible] سلام سے کسی طرح تصاویر انبیاء [illegible]
کہ یہ شبیہیں روح کی تھیں۔ کیوں کہ انہیں چادیتے ہیں۔ اور ان کا دیکھنا

اور اس کی حرمت نازل ہو چکی تھی۔

اگر بعض مفسرین اہل سنت نے اس سے مراد صور انبیاء اور اولیاء و
صالحین مراد لئے ہیں۔ جیسا کہ (کشاف صفحہ ۲۵۳ جلد ۳ اور فتح القدیر صفحہ ۳۰۷
جلد چہارم اور دیگر تفسیروں میں ہے)

وتماثیل التی صور الملائکۃ والنبیین والصالحین کانت
تعمل فی المساجد من نحاس وصفر وزجاج لیراها الناس
فیعبدون نحو عبادتهم۔

کہ تماثیل سے مراد صور ملائکہ اور انبیاء و اولیاء اللہ تھیں۔ جو مساجد میں
بنائی جاتی تھیں۔ تانبے۔ پیتل کانچ وغیرہ سے تاکہ لوگ دیکھ کر اثر قبول
کریں۔ اور ان کی عبادت کریں۔ مگر نہیں یہ غلط ہے۔ یہ تو بت ہو گئے بت
پرستی کس بلا کا نام ہے۔ روضہ حسینؑ کی شبیہہ کے دشمنوں کی کتابیں اور تفسیریں
مساجد میں بھی بت لے آئیں۔ یہ غیر ذی روح کے مجسمے اور تمثال تھے۔
…لام نے کی۔ ر …ات مقدسہ کی تشبیہیں تھیں۔ جن کو دیکھ کر شوق عبادت
اشتر[illegible] بنا۔ بیت المقدس میں خیمہ موسیٰ کی تمثال اور بیت اللہ شریف
کہ بیت المقدس کی بنیادیں ڈہرا اور ان کی تماثیل تھیں جیسا کہ میرا امام بحق ناطق د
کا خیمہ تھا۔
کہ تفسیریں ذی روح کی نہ تھیں۔

اللہ سے یادگار اکابر خیمہ موسیٰ کی یہ تماثیل فی الکافی والمجمع عن الصادق

واللہ ماھی تماثیل الرجال والنساء ولکنّھا الشجر وشبہ

کہ وہ تصویریں جو سلیمان علیہ السلام بنواتے تھے مردوں اور عورتوں کی تصویریں نہ تھیں۔ جیسے لات منات عزٰے کہ بعض بت مردوں کی صورت کے تھے۔ اور عزیٰ عورت کی صورت تھی بلکہ وہ مقدس اشجار اور ان کی مثال مقامات شریفہ کی شبیہیں تھیں۔

افسوس شبیہ تعزیہ پر اعتراض کرنے والوں کی کتابوں سے بُت سازی نکل رہی ہے۔ میرے امام پاک نے قسم کھا کر کہا۔ کہ وہ بت نہ تھے تاکہ ان کی تردید ہو جائے ان بزرگوں کے مذہب میں انبیاء کی تصویروں کو دیکھنا عبرت حاصل کرنا ثواب سمجھنا۔ بلکہ دیکھ کر اور سن کر رونا سنتِ صحابہ ہے۔ بلکہ رونا سنتِ ابوبکر ہے۔

وجودِ تصاویرِ انبیاء بعہد صحابہ کرام کا دیکھکر ثواب حاصل کرنا اور دلیل نبوّت سمجھنا اور حضرت ابوبکرؓ کا انکے حالات سنکر رونا

چنانچہ میں حضرات اہلسنت کی مستند کتاب دلائل النبوۃ مصنفہ ابونعیم اصفہانی صفحہ مطبوعہ حیدرآباد دکن سے پورا واقعہ آپکے سامنے رکھتا ہوں۔ کہ یہ بزرگ عہد سلیمان سے بلکہ عہد آدم علیہ السلام سے کس طرح تصاویر انبیاء کا سلسلہ چلتا چلتا عہد رسالت تک پہنچا دیتے ہیں۔ اور ان کا دیکھنا

ثواب موجب برکات سمجھتے آئے ہیں۔

تماثیل انبیاء علیہم السلام سے شبیہہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتیاز

عن جبیر بن مطعم یقول لما بعث اللہ عزوجل نبیہ وظہر امرہ بمکۃ خرجت الی الشام فلما کنت ببصری اتانی جماعۃ من النصاری فقالوا من اھل الحرم انت قلت نعم قالوا اھل تعرف ھذا الذی تنبا نبیکم قلت نعم فاخذ و ابیدی فادخلوا فی دیر لھم فیہ تماثیل وصور فقالوا انظر ھل تری صورۃ ھذا الذی بعث فنظرت فلم ارا صورتہ فقلت لا اری صورتہ فادخلونی دیرا اکبر من ذالک الدیر فاذا فیہ تماثیل و صور اکثر مما فی ذالک الدیر فقالوا الی انظر ھل تری صورتہ فنظرت فاذا انا بصفۃ رسول اللہ وصورتہ قالوا ھو ھذا قلت نعم

دلائل النبوۃ ابونعیم مطبوعہ حیدرآباد صفحہ ۹

جبیر بن مطعم روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالے نے حضور کو مبعوث کیا۔ اور آپ کا امر ظاہر ہوا تو میں سفر شام کو گیا۔ جب میں شہر بصرہ میں پہنچا۔ تو میرے پاس ایک

جماعت نصاریٰ آئی۔ انہوں نے کہا۔ آپ اہل حرم سے ہیں۔ یعنی اہل مکہ سے میں نے کہا۔ ہاں میں اہل حرم سے ہوں۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک گرجے میں مجھے لے گئے۔ اِس میں چند تماثیل اور تصویریں تھیں۔ انہوں نے کہا دیکھ اِن میں تمہارے رسول کی کون سی تصویر ہے۔ میں نے دیکھا تو حضور کی تصویر نظر نہ آئی۔ میں نے کہا۔ میں آپ کی تصویر نہیں دیکھ رہا۔ انہوں نے مجھے اِس سے بھی بڑے گرجے میں داخل کیا۔ جس میں بہت تماثیل اور تصویریں تھیں۔ پھر انہوں نے کہا۔ اب دیکھ۔ کیا دیکھتا ہوں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہہ اور تصویر پر میری نظر پڑی۔ انہوں نے کہا کیا یہ تصویر تمہارے رسول کی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔

دوسری روایت اِس صفحہ میں بسلسلہ سند عبداللہ بن محمد بن جعفر اور عبدالرحمٰن بن الحسن اور مسعود بن یزید القطان اور ابو داؤد و عباد بن یزید موسیٰ بن عقبہ القرشی سے روایت کی گئی ہے کہ ہشام بن عاص نعیم بن عبداللہ اور ایک اور آدمی ابوبکر کے زمانہ میں شاہ روم کی طرف بطور سفیر گئے۔ ان کا بیان ہے کہ ہم کو شاہِ روم کے حکم سے ایک گرجا میں داخل کیا گیا۔ اِن میں ہم نے اکثر دنیا کی تصویریں اور تماثیل بنی ہوئی دیکھیں چنانچہ آدم۔ نوح، ابراہیم موسیٰ عیسیٰ سب کی تصویریں موجود تھیں۔ اور

وہ دروازے کھول کر ہم کو دکھاتے تھے حتیٰ کہ ایک دروازہ کھلا۔ تو

فقلنا هذا صورت نبينا فقد عرفنا فانا قد رائيناه

کہ یہ ہمارے رسول کی تصویر ہے۔ ہم پہچان گئے ہیں کیوں کہ ہم حضور

کو دیکھ چکے ہیں۔ مگر اِن دوسرے پیغمبروں کی تصویروں کی نسبت

کیسے تسلی ہو کہ یہ اصل ہیں۔ انہوں نے کہا۔

اِن ادم علیہ السلام سال ربہ ان یریہ صورت نبی

نبی اخرج الیہ صورھم فی خرق الحریر من الجنہ فاصا

بھا ذوا لقرنین فی خزانۃ ادم فی مغرب الشمس فلما

کان دانیال صورھا ھذہ الصور حتی ا عیانہا

"کہ آدم علیہ السلام نے اپنے اللہ سے سوال کیا تھا کہ مجھے جملہ انبیاء

فرداً فرداً دکھائے جائیں۔ اللہ تعالےٰ نے اُن کی صورتیں جنت سے ایک

ریشمی کپڑا میں نقش کر کے حضرت آدم کے پاس بھیج دیں۔ وہ کپڑا حضرت

آدم کے خزانہ میں رہا۔ حتیٰ کہ حضرت ذوالقرنین جب سورج کے غروب

ہونے کے مقام پر پہنچے تو آپ کو کپڑا خزانہ آدم سے مل گیا۔ تو بہت مسرور

ہو گئے۔ جب حضرت دانیال پیغمبر کا زمانہ آیا۔ تو انہوں نے نئے سرے سے

اس کی تماثیل اور تشبیہیں بنائیں۔ پس یہ بعینہ حضرت دانیال کی بنائی ہوئی ہیں

معلوم ہوا کہ پیغمبروں کی تشبیہیں بنانے میں اللہ کا حصہ پھر آدم کا پھر

حضرت دانیال ؑ کا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ جب ہم ابوبکر کے پاس آئے تو ہم نے تمام قصہ بیان کیا جو دیکھتا تھا اور جو شاہ روم نے بیان کیا جس طرح سے شاہ روم نے ہم کو قریب کیا۔

نبکی ابوبکر وقال اذا مسکین لو اراد اللہ خیر الفعل ثم قال اخبرنا رسول اللہ انہم والیہود ویجدون بعث محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

پس ابوبکر رو پڑے کہا میں ایک مسکین ہوں۔ اللہ نیکی کی توفیق دے پھر کہا یہ قصہ درست ہے۔ کیونکہ ہم کو رسول اللہ نے خبر دی تھی۔ کہ یہود و نصاریٰ کے ہاں بعثت محمد کے نشانات موجود ہیں۔"

شیخ ابونعیم کہتا ہے کہ یہ حدیث حضور کی صداقت نبوت پر دلالت کرتی ہے۔ کہ قبل بعثت آپ کی اصل تمثیل موجود تھی۔ اور یہ دلیل نبوت ہو گئی۔ غلط چیز سے دلیل پکڑنا غلط ہے۔ پھر صحابہ نے اس کو غلط نہیں کہا ابوبکر نے تردید نہیں کی۔ بلکہ تصدیق کی۔ اللہ اکبر یہ ہے حال شبیہہ روضہ مقدس مظلوم پر اعتراض کرنے والوں کے مذہب کا۔

خود تو پیغمبروں کی تصویروں کا سلسلہ جنت سے شروع کر کے حضرت آدم ؑ کے پاس لائے۔ ذوالقرنین نے دیکھا حضرت دانیال نے نئے سرے سے تصویریں بنائیں۔ صحابہ کرام نے دیکھا۔ حضرت ابوبکر عمرؓ کر

رد پڑے اور تصدیق کی۔ مگر ہمارے امام غریب کے روضہ شبیہہ پر اعتراض ہے ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اب میں قریشی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ سب صحابہ کے نکاح تو نہیں ٹوٹ گئے۔ کیونکہ مقامات مقدسہ کی شبیہہ تو کجا یہ تو اصل مقدسین کی تصاویر دیکھ آئے ہیں۔ دعوتی صاحب کو چاہیئے کہ انعام مجھے بھیجدیں ورنہ اس قسم کے سوالات کرنے سے معافی مانگ لیں۔ شبیہہ تعزیہ نہ واجب ہے نہ فرض۔ بلکہ مستحب ہے۔ موجب زیادتی غم حسینؑ ہے جس کی نظیر کا قرون اولیٰ میں ہونا کافی ہے۔ مگر یہاں تو اصل پیغمبروں کی شبیہوں کی حدیثیں چہ جائیکہ ان کے مقامات مقدسہ کی تماثیل تعزیہ ایک نشانی ہے قبر حسین علیہ السلام کی نشانی بصورت شیشی بخاک کربلا خود حضورؐ کے پاس موجود تھی۔ دیکھو مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۷۲ باب مناقب اہل بیت، اور وہی شیشی جناب ام سلمہ کے پاس رہی (دیکھو صواعق محرقہ)

اب یہ بھی سن لو کہ تعزیہ کس نے بنایا

تعزیہ داری کا سب سے بڑا دشمن سنی مولوی ابوالاظہر مولوی غلام حیدر خطیب جامعہ سراجاں حسین آگاہی ملتان۔ عطاء اللہ بخاری کا چیلہ خاص اپنی کتاب انتباہ

الشیعہ باقوال الائمہ المرضیہ صہ۲۲ مطبوعہ ملتان

میں لکھتا ہے اور یہ رسالہ وہ ہے جو اس نے پوری ہرزہ سرائی کے ساتھ لکھ کر امام مظلوم کے ماتم کو مٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر غلط اللہ شاہ بخاری کی نذرِ عقیدت کیا تھا۔ اس کے شروع میں اس کی یہ نذرِ عقیدت بطورِ عنوان درج ہے۔ لکھا ہے

"کہ آپ کہتے ہوں گے کہ پھر آخر یہ تعزیہ کس نے بنایا۔ ہاں سنو۔ یہ تعزیہ اور باقی رسومات عزاداری محرم کئی صدیوں سے واقعہ کربلا کے بعد تیمور لنگ بادشاہ نے قائم کئے ہیں۔ جو کہ فاسق و فاجر اور ظالم و مبتدع بادشاہ تھا۔ وہ کمبخت نہ صحابی تھا نہ تابعی جس کی سنت ہمارے لئے واجب الاتباع ہوتی۔ بلکہ وہ بدبخت عقیدۃً رافضی اور عملاً فاسق و فاجر اللسان تھا۔ اس لئے یہ تعزیہ بنانا علم اور ذوالجناح تیار کرنا بدعت اور حرام ہے (انتہی صہ۲۲۔ انتباہ الشیعہ)

آپ نے اہل السنت کے بے سند محقق کی کتاب سے معلوم کر لیا ہوگا کہ تعزیہ کا بانی امیر تیمور رحمتہ اللہ علیہ ہے۔ اور اس کی زبانی آپ نے امیر تیمور کے متعلق جو اس نے ہرزہ سرائی کی ہے۔ یہ بھی دیکھ لی۔ اب ذرا اہلسنت کی کتاب سے امیر تیمور تعزیہ ساز کی شان بھی سُن لیجئے۔ تاکہ اس ملّاں کی ژاژخائی کی حقیقت کھل جائے۔ اور اس بانی تعزیہ رافضی کی شان معلوم ہو جائے

وقتِ نزع تیمور کے بالین پر رسولِ خدا شفیع المذنبین کی تشریف آوری اور شفاعت

چنانچہ دیکھئے اہل سنت کی شیعہ کش کتاب صواعق محرقہ صفحہ ۱۸۷

انہ لما مرض تمرلنگ مرض الموت اضطرب فی بعض الایام اضطرابا شدید فاسود وجہہ و تغیر لونہ ثم افاق فذکروا لہ ذالک فقال ان الملئکۃ العذاب اتونی نجاء رسول اللہ فقال لہم اذھبوا عنہ فانہ کان یحب ذریتی ویحسن الیہم فذھبوا عنہ۔

"کہ تحقیق جب تمر لنگ مرض الموت میں بیمار ہوئے تو ایک دن بہت بے قرار ہوئے۔ پس ان کا چہرہ سیاہ ہوگیا۔ اور رنگ بدل گیا۔ پھر ہوش میں آگئے۔ فرزندان اور اہلکاروں نے ان کے پاس یہ ذکر کیا۔ کہ ابھی تمہارا یہ حال تھا۔ اب تم ہوش میں آگئے۔ فرمایا ابھی ابھی عذاب کے فرشتے میرے پاس آئے تھے۔ ان کو دیکھ کر میرا رنگ فق ہوگیا۔ بس پھر کیا تھا فوراً رسول خدا میرے بالیں پر تشریف فرما ہوئے۔ اور آکر فرشتوں سے کہا۔ کہ چلے جاؤ۔ میں اس کی شفاعت کے لئے آیا ہوں۔ یہ میری اولاد کا حب دار اور میری اولاد سے احسان کرتا تھا۔"

اللہ اکبر۔ شانِ رافضی تعزیہ دار کہ وقتِ نزع مختارِ دو عالم سرہانے آگئے۔ یہ حال تو امیر تیمور کا وقت نزاع تھا۔ اب ذرا دیکھئے مرنے کے بعد امیر تیمور کس منزل پر پہنچے۔

امیر تیمور بعد مرگ بدربار رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دیکھو صواعق محرقہ اپنے علامہ ابن حجر مکی دشمنِ شیعہ کی کتاب ص۱۴۷ سطر ۵

روٰہ النجم بن فہد والمقریزی اِن بعض القراء کان اذا مرّ لقبر تیمرلنگ قرء خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ الاٰیۃ نکررھا قال فبینا انا نائم رایت النبیّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وھو جالس وتیمرلنگ الٰی جانبہٖ فقال فنہرتہ قلت الٰی ھنا یا عدو اللہ فاردت اِن اخذہ بیدہ و اقیمہ من جانب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال دعہ فانہ کان یحب ذریتی فانتبہت نزعا و ترکت ما کنت اقرءہ علی قبرہ فی الخلوۃ۔

"مؤرخ نجم بن فہد اور مقریزی نے روایت کی کہ ایک قاری قرآن جب امیر تیمرلنگ کی قبر سے گزرتا تو یہ آیت پڑھتا۔ کہ اے فرشتو۔ اس کو پکڑ لو۔ اور طوق جہنم پہنا دو۔ پھر جہنم میں داخل کرو۔ آخر

آئت تک وہی قاری کہتا ہے۔ کہ میں سویا ہوا تھا۔ کہ میں نے رسولِ خدا کو دیکھا۔ حضور تشریف فرما ہیں۔ اور تیمور لنگ آپ کی ایک جانب بیٹھا ہے۔ میں نے اس کو ڈانٹا کہ او دشمن خدا تو یہاں کہاں۔ میں نے ابھی ارادہ ہی کیا تھا۔ کہ اس کو پکڑ کر اٹھا دوں اور حضور سے دور کر دوں۔ حضور نے فرمایا۔ مولوی اس کو چھوڑ دے۔ یہ میری اولاد کا حب دار ہے۔ پس میں ڈر کر بیدار ہوا۔ اس کے بعد میں نے اس کی قبر پر وہ آئت پڑھنی چھوڑ دی اور اس کو برا کہنا ترک کر دیا۔ الخ"

حضرات یہ شان اس کی ہے۔ جس نے تعزیہ بنایا۔ اب یہ دعوتی حضرات سے پوچھتا ہوں۔ کہ دشمنوں کی گواہی کے مطابق تعزیہ ساز کا یہ انجام ہوا۔ کہ رسولِ خدا نے اس کے بالیں پر وقت نزاع شفاعت کی۔ اور عذاب سے بچایا۔ بعد مرگ اپنے پاس بٹھا لیا۔ اور محبِ اہل بیت ہونے کا دو دفعہ سرٹیفکیٹ عطا فرمایا۔ اب فرمائیے تعزیہ داری حب آل محمد میں داخل ہوئی یا نہ ہوئی۔

اب ہم رسولِ خدا کا تعزیہ ساز سے یہ برتاؤ دیکھ کر جا بجا تعزیہ داری کریں یا نہ کریں۔ جتنے ثبوت ہم کو تعزیہ داری کے ملتے ہیں۔ اتنے تو تمہارے خلفاء کی خلافت کے بھی نہیں ملتے۔ اب فرمائیے کیا کریں۔ ذرا اپنے ملاں کی ہرزہ سرائی بحق امیر تیمور علیہ الرحمۃ اور رسالتمآب کی نوازش کا تطابق کیجئے اور

پھر تعزیہ پر اعتراض کیجئے۔

زنجیر زنی فرطِ محبت کی علامت ہے

فلما راینہ اکبرنہ وقطعن ایدیھن وقلنا حاش للّٰہ ما ھٰذا بشرًا ان ھٰذا الا ملک کریم (پ ۱۲ سورہ یوسف)

ترجمہ:۔ پس جب دیکھا انہوں نے اس کو بڑا جانا۔ اور کاٹ ڈالے ہاتھ اپنے اور کہا پاکی ہے واسطے اللہ کے نہیں یہ آدمی مگر فرشتہ بزرگ۔ ترجمہ شاہ رفیع الدین)

(تفسیر کبیر صفحہ ۱۲۴ جلد ۵ مطبوعہ مصر میں ہے)

انما اکبرنہ لانھن رأین علیہ نور النبوۃ وھیئۃ الملکیۃ وھی عدم الالتفات الی المطعوم والمنکوح وعدم الاعتداد بھن وکان الجمال العظیم مقرونا بتلک الھیبۃ والھیئۃ فتعجبین من تلک الحالۃ فلا جرم اکبرنہ وعظمنہ ووقع الرعب والمھابۃ منہ فی قلوبھن

یعنی ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس لئے بڑا سمجھا کہ آپ کے اوپر نور نبوت اور علامات رسالت اور آثار انکساری اور حشمت تھی۔ اور ہیئت ملکیت بھی مشاہدہ کی اور وہ کھانے پینے کی طرف عدم التفات تھی۔

اور ہیبت اور ہیئت کے ساتھ ساتھ جمالِ عظیم بھی مقرون تھا۔ لہذا وہ عورتیں حیران ہوگئیں۔ اس لئے آپ کو بڑا سمجھا۔ عظمت کی وجہ سے رعب اور ہیبت دلوں میں سماگئی۔ اور اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔"

یعنی اِن عورتوں کو حضرت میں دو چیزیں نظر آئیں۔ جمالِ عظیم اور سیرت ملکیہ طاہرہ مطہرہ۔ پس حسن موجب حب شدید ہوا۔ اور سیرت ملکیہ موجب عدم وصال۔ لہذا وہ عورتیں محبت اور حسرت میں سرشار ہوکر اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں۔ (تفسیر عرائس البیان جلد اول ص۴۲۱ مطبوعہ نولکشور میں اسی آیت رایتہ اکبرنہ الخ کے ماتحت لکھا ہے۔ کہ

عظمنہ بعظمت اللہ وھبن منہ واحارین فی وجہہ نور ھیبۃ اللہ۔

کہ انہوں نے اس کو بوجہ عظمت خداوندی کے بڑا سمجھا اور آپ کے چہرے میں جب ہیبت اللہ کا نور دیکھا تو ہیبت میں آگئیں۔ و

قطعن ایدیھن وذالک من استغرقہن فی عظمت اللہ وجلالہ

کہ انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ خدائی عظمت اور جلال میں مستغرق ہوکر۔ آیہ ہذا سے معلوم ہوا۔ کہ فرطِ محبت میں اپنے ہاتھوں کو چھریوں سے زخمی کرنا دلیل محبت ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں یہ علامات لکھ کر اس کی کوئی رد موجود نہ ہونا اس کے دلیلِ محبت ہونے پر دال ہے

لہذا جو نوجوان محبت حسین علیہ السلام میں زنجیر کا ماتم کرتے ہیں۔
ان کی محبت میں کیوں شک کیا جاتا ہے۔ کیا کربلا کا واقعہ ہائلہ فرزند
رسول کا قتل۔ بنی زادیوں کی اسیری محیر العقول نہیں؟ اس میں اگر
کوئی شخص حیران ہو کر زنجیر زنی کرے تو تعجب کیا؟ اپنے محبوب کے
مصائب سنکر خود کو مبتلائے مصائب کر لینا کمالِ محبت ہے۔
چنانچہ عاشقانِ رسول حضرت اویس قرنی کا قصہ مشہور و معروف
ہے۔

دیکھو سیرت حلبیہ ص۲۸ جلد دوم

وقال واللہ ماکسرت رباعیتہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم
حتیٰ کسرت رباعیتی الخ

کہ حضرت اویس قرنی نے فرمایا۔ کہ خدا کی قسم صرف حضور رسالتمآب
کے دانت ہی نہیں توڑے گئے۔ حتیٰ کہ میرے بھی توڑے گئے۔ حضور کا
چہرہ ہی زخمی نہیں ہوا۔ بلکہ میرا بھی زخمی ہوا ہے۔
اب یہ ظاہر ہے کہ حضرت اویس قرنی ظاہرا تو شامل جہاد ہوئے
نہیں۔ یہ دانت کیسے زخمی ہوئے۔ چہرہ کیسے زخمی ہوا۔ وہ کس نے کیا
اگر یہ سب کچھ حضرت اویس قرنی نے خود کیا ہے۔ تو غم محبوب میں کیا
کیا جائز ہو گیا۔

سیاہ پوشی در ماتم حسینؑ سنت فاطمۃ الزہراؑ ہے

لباس سیاہ ماتم حسینؑ میں علامت غم حسینؑ ہے اور جائز ہے اور سنت فاطمۃ الزہرا ہے۔ جیسا کہ مقاتل کی مشہور کتاب مقتل ابی مخنف ص۱۳۴ مطبوعہ نجف اشرف میں ہے،

واذا بخمس نسوۃٍ وبینھن امرۃ ناشرۃ شعورھا قد صبغت اثوابھا بالسواد وبین یدیھا قمیص مضمخ ان قامت قمن النساء معھا وان جلسن معھا وھی تحثو التراب علی راسھا فقلت للوصیف من ھؤلاء النسوۃ قال حواء ومریم واسیۃ وام موسیٰ وخدیجۃ وصاحبۃ القمیص المضمخ بالدم ھی جدتك فاطمۃ قد دنوت منھا وقلت لھا یا جدتاہ قتل واللہ ابی ایتمت علی صغر سنی فضمتنی الی صدرھا وقالت لیخبر واللہ علی ذالك وصرخت وقالت یا سکینۃ من غسل ابنی من کفنہ من صلّیٰ علیہ من جھزہ من حمل نعشہ من حفر قبرہ من اشرح علیہ اللبن من اھال علیہ التراب۔ من کفل ابنا مکرم لعبرۃ من تکفل راملہ ثم نادت

و والدہ و اثمرۃ فوادہ فتنا وحت النساء من حولیھا

دربار یزید میں سکینہ بنت الحسین کا بیان خواب جناب سیدہ کی سیاہ پوشی

جناب سکینہ دربار یزید میں اپنا خواب بیان فرماتی ہیں۔ کہ میں نے منجملہ از زنان مقدسہ کے پانچ عورتیں دیکھیں کہ ان کے درمیان ایک عورت اپنے سر کے بال کھولے ہوئے ہیں۔ اور اس نے اپنے کپڑے سیاہ رنگ سے رنگے ہوئے ہیں۔ اور اس کے ہاتھوں میں ایک قمیض خون آلودہ پکڑی ہوئی ہے۔ جب وہ عورت اٹھتی ہے تو تمام عورتیں اس کے ساتھ بیٹھ جاتی ہیں۔ اگر وہ بیٹھ جاتی ہے تو سب بیٹھ جاتی ہیں۔ اور وہ اپنے سر پر خاک ڈال رہی ہے۔ میں نے ایک کنیز سے پوچھا یہ کون عورتیں ہیں۔ کہا حوا۔ مریم۔ آسیہ اور مادر موسیٰ اور جناب خدیجۃ الکبریٰ اور جس کے پاس خون آلودہ قمیض ہے وہ تیری دادی فاطمۃ الزہرا ہیں۔ پس میں فوراً قریب ہوئی۔ اور میں نے کہا دادی میرا بابا مارا گیا۔ میں یتیم ہو گئی۔ آپ نے مجھ کو اپنے سینہ سے لگا لیا۔ اور کہا اللہ کے ہاں یہ بہت بڑا امر ہے یہ کہکر بلند آواز سے روئیں اور کہا سکینہ میرے بیٹے کو غسل کس نے دیا۔ کفن کس نے پہنایا۔ نماز جنازہ کس نے پڑھی تجہیز کس نے کی۔ جنازہ کس نے اٹھایا۔ قبر کس نے کھودی۔ لحد کس نے بنائی قبر کس نے بنائی۔ تم یتامیٰ کا اس کے بعد کون کفیل ہوا۔ پھر آپ نے بلند آواز سے

نوحہ شروع کیا۔ واولداہ واثمرۃ فواداہ۔ ہائے میرے بیٹے ہائے میرے جگر کے پھل۔ پھر ان تمام مخدرات عصمت و طہارت نے میری دادہ سیدہ کے ساتھ نوحہ کرنا شروع کیا۔

• سُبحَانَ اللہ! معلوم ہوا سیاہ لباس اور ماتم حسین سنّت سیدہ ہے۔ نوحہ خوان اور دیگر مخدرات عصمت و طہارۃ یعنے ہاشمیات و فاطمیات کا سیاہ لباس پہن کر ماتم کرنا ثابت ہے۔ جیسا کہ مقتل کی مشہور کتاب

ابی مخنف صـ۱۱۲ میں ہے کہ

لَبِسنَ ثیاب السودِ لبساً للمصیباتِ

• کہ فاطمہ زادیاں سیاہ لباس پہن کر برائے اظہار مصیبت ماتم کر رہی تھیں۔ اور حسین کا نوحہ پڑھ رہی تھیں

لباس مقتل کی حدیثوں سے معارضہ در ماتم حسین غلط ہے

نماز کی حالت میں لباس سفید افضل ہے

• ماتم کفار یا ماتم عوام سیاہ پوشی کی حدیثوں میں معارضہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ بارہا ذکر ہو چکا ہے ماتم حسینؑ جواز اور ثواب میں مخصوص اس پر دیگر باتوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا اور لباس سیاہ مطلقاً

ناجائز نہیں ۔

حضور کا سیاہ عمامہ : خف سیاہ ۔ مزمل والی کملی کا سیاہ ہونا کتب حدیث میں مشہور ہے ۔ دیکھو ۔ سنن کبریٰ بیہقی ص۱۹۸ جلد دوم)

جوابات احادیث معارضہ

بعض ملاں لوگ عام ماتم کے منع کی حدیثوں سے ماتم حسین علیہ السلام پر معارضہ پیش کرتے ہیں ۔ اور یہ غلط ہے کیونکہ ماتم حسین خاص ہے جیسا کہ صادق آل محمد علیہ السلام سے سابقاً ذکر ہو چکا ہے ۔ مزید تسلی کیلئے دیکھو ۔ (مقدمہ اسرار الشہادت دربندی ص۳۲ ترجمہ فارسی مطبوعہ ایران)

کل الجزع والبکاء مکروہ ما خلا الجزع والبکاء لقتل حسین

یعنی ہر جزع اور گریہ مکروہ ہے ۔ سوائے جزع اور گریہ برائے حسین علیہ السلام کے ۔

اور جناب سیدہ اور جناب امیر کے مصائب پر رونا گریہ حسین کا تتمہ ہے ۔ اصل مقصود اور مطلوب گریہ حسینؑ اور ماتم حسینؑ ہے ۔ کیونکہ آپ کی شہادت سیدہ کی تصدیق اور خلافت امیر المومنین کی تکمیل اور باقی آئمہ کی امامت کی تمہید ہے لہذا تمام اہلبیت کے مصائب آپ کے مصائب کا تتمہ اور ضمیمہ اور اسی میں ہر دعویٰ آل محمد مضمر ہے ۔

عن ابی جعفر علیہ السلام قال قلت ما الجزع قال

اشد الجزع الصارخ بالویل والعویل ولطم الوجه والصدر وجز الشعر من النواصی ومن اقام النواحۃ فقد ترک الصبر واخذ فی غیر طریقہ۔

(فروع کافی ص۲۲۱ جلد سوم سے معارضہ غلط ہے)

اوّلاً یہ حدیث ضعیف ہے۔ دیکھو مراۃ العقول جلد سوم ص۹۱ الاول ضعیف کیونکہ اس کا پہلا راوی سہل بن زیاد ضعیف ہے دیکھو۔ (رجال مرزا محمد ص۱۶۸)

قال النجاشی انہ ضعیف فی الحدیث غیر معتمد فیہ وکان احمد بن محمد بن عیسیٰ یشھد بالغلو والکذب والکذب وقال ابن الغضائری انہ کان ضعیف جداً فاسد الروایۃ والمذھب وکان احمد بن محمد بن عیسیٰ الشعری اخرجہ عن قم واظھر البراۃ منہ ونھی الناس عن السماع منہ والروایۃ عنہ یروی المراسیل ویعتمد المجاھیل۔

کہ نجاشی نے کہا کہ سہل بن زیاد ضعیف فی الحدیث ہے۔ اور اس میں غیر معتمد ہے۔ احمد بن محمد بن عیسیٰ اس پر غلو اور کذب کی گواہی دیتے تھے۔ اور ابن غضائری نے کہا ہے۔ کہ سہل بن زیاد بہت ضعیف اور فاسد الروایت

اور فاسد المذہب ہے۔ احمد بن محمد بن عیسیٰ اشعری نے اس کو قم سے نکال دیا تھا۔ اور اس سے برأت ظاہر کی۔ اور لوگوں کو اس کی حدیثیں سُننے اور روایت لینے سے منع کیا۔ اور وہ مرسل حدیثیں روایت کرتا ہے۔ اور مجاسیل پر اعتماد رکھتا ہے۔"

ثانیاً یہ عام ماتم کا حکم ہے۔ اور ماتم آل محمدؑ اس سے خاص ہے جیسا کہ (مرأة العقول جلد ۳ صفحہ ۹۱ میں ہے)

واستثناء الاصحاب الا ابن ادریس شق الثوب علی موت الاب والاخ لفعل العسکری علی الهادی علیهم

کہ اصحاب اصول نے سوائے ابن ادریس کے کپڑے پھاڑنے اور ماتم کرنے کو مستثنیٰ کیا ہے۔ شق ثوب کو پدر اور برادر کی موت پر فعل امام عسکری علیہ السلام سے جیسے کہ من لایحضرہ الفقیہ میں ہے اور فعل فاطمیات سے جیسا کہ کتب تاریخ میں ہے۔

مگر مجھے اس استثنا میں کلام ہے۔ میرے نزدیک عام پدر اور برادر کی موت پر شق ثوب وغیرہ جائز نہیں۔ چونکہ فعل امام حسن عسکری علیہ السلام اور فعل فاطمیات سے ماتم آل محمدؑ کا عموماً اور ماتم حسینؑ کا خصوصاً استثنا ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا اس روایت سے بھی معارضہ غلط ہے۔

(اور فروغ کافی کتاب النکاح صفحہ ۱۲۵ کی حدیث)

قال ان رسول اللہ قال لفاطمۃ اذا انامت فلا تخمشی علی وجھا ولا تنشری علی شعراً ولا تنادی بالویل ولا تقیمی علی ناحیۃً

" اس سے بھی حسین کے خلاف معارضہ غلط ہے۔ کیوں کہ یہ بات مبالیات النبی للنساء کی حدیث چہارم ہے۔ اور وہ ضعیف ہے۔

(دیکھو مراۃ العقول جلد ۳ صہ ۵۱۳ سطر آخر)

" الرابع ضعیف " کہ اس باب کی حدیث چہارم ضعیف ہے چنانچہ

(دیکھو رجال بہبہانی صہ ۳۲۹ مطبوعہ ایران)

محمد بن یحییٰ معاذی ضعیف " یعنی اس حدیث کا راوی اول محمد بن یحییٰ ضعیف ہے۔ اور دوسرا راوی سلمہ بن الخطاب البو الفضل براؤستانی کے متعلق لکھا ہے۔ کہ کان ضعیف فی حدیثہ

(رجال مرزا محمد بہبہانی صہ ۱۷۰)

دوسرے یہ حکم رسالتمآب سے دراصل ان کی اپنی موت کا ہے اور حضور کی موت طبعی ہے۔ آپ ظلم اور جور سے شہید نہیں کیے گئے۔ معاذ اللہ آپ کی نعش مقدس گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے پامال نہیں ہوئی۔ بلکہ آپ کے بدلے یہ فریضہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ادا کیا

(دیکھو سر الشہادتین مصنفہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی)

لہذا آپ کی موت پر خلاف ظلم واویلا

خلافِ واقعہ ہے

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَہْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ

سے صرف مظلوم کا استثناء ثابت ہوتا ہے۔ اور حضور کی موت ظلم سے واقع نہیں ہوئی۔ اور اس باب کی حدیث سوم سے معارضہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ اولاً تو وہ مرسل ہے۔ دوم عام ہے۔ اور ماتم بین خاص ہے۔ اور آخر پر تسلیہ کی روایات سے استدلال کرنا شروع کر دیا کرتے ہیں۔ کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے وقتِ آخر اپنی ہمشیرہ کو یوں وصیت فرمائی۔

یا اختاہ یا ام کلثوم وانت یا زینب وانت یا فاطمۃ وانت یا رباب انظرن اذا انا قتلت فلا تشققن علیّ جیبا ولا تخمشن علی وجہا ولا تقلن ھجرا (لہوف ص۴۶)

یہ حدیث منع ماتم پر دال نہیں۔ کیوں کہ اولاً تو یہ کلمات حضرت کے لبطور تسلی اور تعزیت فرمائے ہیں۔ جیسا کہ صاحب لہوف اس سے دو سطر اوپر خود نقل فرماتے ہیں۔

قال فعزاھا الحسین علیہ السلام وقال لہا یا اختاہ تعزی بعزاء اللّٰہ فان سکان السمٰوٰۃ یموتون واھل

الارض کلهم یموتون وجمیع البریۃ یھلکون

یہ جب مخدرات عصمت وطہارت نے مظلوم امام کی اپنی زبانی خبر قتل سنی۔ تو بہت رونے لگی۔ رخسار پیٹے۔ گریبان چاک کیے۔ اور جناب ام کلثوم نے ندبہ وامحمداہ واعلیاہ بلند کیا۔ تو حضرت امام مظلوم نے ان کو تسلی دی اور کہا اے ہمشیرہ صبر کرو۔ اللہ پر بھروسہ رکھو۔ باقی سب ساکنان عرش فنا ہو جائیں گے۔ اور سب اہل زمین مر جائیں گے۔ اور تمام مخلوق ہلاک ہو جاوے گی۔

ثانیاً۔ مصیبت زدہ کی مصیبت میں تعدیل اور تسلی ضروری ہے اور تاریخ طبری کے دیکھنے سے صاف واضح ہو جاتا ہے۔ کہ یہ الفاظ حضرت علیہ السلام نے بطور تسکین اور تسلی فرمائے ہیں چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے۔

سمعت اخت زینب الصیحۃ فدنت من اخیھا فقالت یا اخی اما تسمع الاصوات قد اقتربت فقال الحسین راسہ فقال انی رأیت رسول اللہ فی المنام فقال لی انک الینا تال فلطمت اخت وجھھا فقالت یا ویلنا فقال لیس لک الویل یا اخیۃ اسکنی رحمک الرحمٰن (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۳۲)

کہ جب حضرت کی ہمشیرہ زینب رضی نے لشکر عمر بن سعد کے گھوڑوں کے آوازے سنے

تو بی بی اپنے بھائی کے قریب آگئی - اور بھرائی سی آواز میں کہا بھیا! کیا تم یہ آواز نہیں سُن رہے - کہ بہت قریب آ گئی ہیں. حضرت نے سر اٹھایا اور فرمایا کہ میں نے ابھی ابھی رسُول خدا کو خواب میں دیکھا ہے. فرماتے تھے کہ اے حسین تو آج شام تک ہمارے پاس آجائیگا یہ سن کر جناب نے اپنا مُنہ پیٹا - اور کہا ہائے. میری قسمت! اس پر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا. ہمشیرہ تیرے لئے کوئی ہلاکت نہیں. اے میری بیچاری بہن تسکین میں آ. تسلّی فرما. خدا تجھ پر رحمت کرے.

اَب تو اس میں لفظ سکون سے صاف ظاہر ہے کہ یہ منع نہیں بلکہ بطور تسکین ہے اور اسی طبری کے صہ۲۲ پر تو اس سے بھی زیادہ وضاحت ہے. لطمت وجھھا واھوت الی جیبھا وشقتہ وخرت مغشیا علیھا فقام علیھا الحسین فصب علی وجھھا الماء وقال یا اخیہ اتقی اللہ وتعزی بعزاء اللہ واعلمی ان اھل الارض یموتون وان اھل السماء لا یبقون وان کل شئ ھالک الا وجہ اللہ الذی خلق الارض بقدرتہ ویبعث الخلق فیعودون وھو فرد واحد ابی خیر منی وامی خیر منی ولی واھم ولکل مسلم برسول اللہ اسوۃ قال فعزاھا بھذا الخ

" یعنی جناب زینب نے منہ پیٹ لیا - اور پھر گریبان چاک کر دیا. پھر بے ہوش ہو کر گر پڑی. پس امامؑ عالی مقام اُٹھے. اور ہمشیر کے چہرے

پانی کے چھینٹے دیئے۔ جب بی بی ہوش میں آئی۔ تو فرمایا۔ بہن تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ کی تسلّی سے تسلی کرو۔

جان لے! کہ تحقیق اہل زمین مرجائیں گے اور اہل آسمان باقی رہیں گے سوائے ذات خدا ہر شے فانی ہے۔ اس نے زمین کو اپنی قدرت سے پیدا کیا۔ اور تمام خلق کو پیدا کیا۔ پس وہ لوٹیں گے اور وہ فرد یکتا وحدہٗ لا شریک ہے۔ میرا باپ میری ماں میرا بھائی سب مجھ سے بہتر تھے۔ واسطے میرے اور واسطے ان کے بلکہ ہر مسلمان کے لئے رسول خدا کی راہ پر چلنا ہے۔ یعنی جب احمد مرسل نہ رہے اور کون رہے گا۔"

اس قسم کے الفاظ کہکر سید الشہدا نے ہمشیرہ کو تسلّی دی۔ اور یہ کلمات از راہِ ہمدردی فرمائے۔ تاکہ مصیبت زدہ بیبیاں غم و الم سے مر نہ جائیں۔ دیکھو تعزا بہذا کے الفاظ اس پر دال ہیں۔

اگر میرے دوستوں کا خیال لا نہی پر ہو تو نہی برائے حرمت نہیں ہوتی۔ ورنہ لاتحزن کا کیا جواب دیں گے۔ کہ یہ نہی برائے حرمت ہے۔ یا برائے تسلی ہے۔ تو وہاں کیوں برائے تسلّی نہیں۔ اور ولاتقربا ھذہ الشجرۃ کی نہی برائے حرمت ہے یا برائے ہمدردی ہے؟ اگر برائے حرمت ہے تو نبی حرام کے مرتکب کیسے ہو گئے۔ اور اگر برائے ہمدردی ہے۔ تو یہ نہی بھی برائے ہمدردی ہے۔ اور اگر یہ نہی برائے

حرمت ہوتی تو بنی زادیاں بعد حسین اِس فعل کی مرتکب کیوں ہوئیں؟
(جبکہ تاریخ طبری کے ص۲۲۱ جلد ۶ پر ہے۔ گ)

خرجت امراۃ من بنی عبد المطلب ناشرۃ شعرھا و واضعۃ کمھا علی راسہا۔

"یعنی بنی عبد المطلب سے ایک بی بی نکلی جس کے کھلے ہوئے بال تھے۔ اور آستین سر پر رکھے ہوئے اسیرانِ کربلا کے سامنے آگئی۔ اور رو رو کر یہ مرثیہ پڑھتی تھیں۔

ماذا تقولون ان قال النبی لکم
ماذا فعلتم و انتم اخر الامم
لعترتی و باھلی بعد مفتقدی
منھم اساریٰ و قتلی ضرجوا بدمی
ما کان ھذا جزائی اذ نصحت لکم
ان تخلفونی بسوءٍ فی ذوی رحمتی

ترجمہ:- اے مسلمانو! تم کیا جواب دو گے۔ اگر تم سے رسول اللہ نے پوچھا کہ تم نے میری عترت اور میری اہلبیت کے ساتھ میرے فوت ہو جانے کے بعد کیا سلوک کیا۔ حالانکہ تم تمام امتوں سے افضل امت ہو۔ یہی سلوک کہ کچھ میری اولاد قیدی کی۔ اور کچھ

مقتول خون آلودہ پڑے ہیں۔ کیا میری نصیحت کی یہی جزا تھی۔ کہ میرے اہل بیت سے میرے بعد برائی کرو۔

اگر اس روایت کا مطلب حرمت ہوتا۔ تو اہل مدینہ حسین علیہ السلام کا ماتم برپا کیوں کرتے۔

جیسا کہ مقتل ابی مخنف ص ۱۱۲ پر بی بی ام سلمہ سے روائت ہے کہ نعند ذالک شعوا جیر بھم ولطموا خدودھم وحثو التراب علی رؤسھم وسعوا الیٰ قبر رسول اللہ یعزونہ بمصیبۃ علی ولدہ الحسین۔

یعنی بی بی ام سلمہ نے فرمایا کہ جب شیشی والی مٹی خاک خون ہو گئی اور میں نے رسول اللہ کو خواب میں خون آلودہ بال پریشان دیکھا اور حضورؐ نے مجھے خبر شہادت حسینؑ دی۔ اور میں نکے اہل مدینہ کو سنائی تو انہوں نے اپنے گریبان چاک کر لئے اور منہ پر طمانچے مارے۔ اور اپنے سروں پر خاک ڈال لی۔ اور اہل مدینہ۔

قبر رسول کی طرف ماتمی جلوس بایں ہیئت کذائیہ

گئے۔ اور رسول اللہ کو پرسا دیا۔ رسومات عزاداری بجالائے۔

اگر یہ منع ہوتا اور بطور تسلی نہ ہوتی۔ تو مخدرات عصمت دوبارہ اس کا

ارتکاب نہ کرتیں۔ حالانکہ بعد شہادت کے یہ چیزیں وقوع میں آئی ہیں جبکہ البدایہ والنہایہ معروف بہ (تاریخ ابن کثیر دمشقی جلد ۸ صفحہ ۱۹۳ پر با ایں الفاظ مرقوم ہے کہ

قال قرۃ بن قیس لما مرت النسوۃ بالقتلی صحن ولطمن خدود ھن۔

"یعنی قرۃ بن قیس نے کہا۔ کہ جب رسول زادیاں مقتولوں کی لاشوں کے پاس سے گزریں۔ تو انہوں نے ماتم کیا اور اپنے رخسار پیٹے۔ اور اگر یہ نہی تحریمی ہوتی۔ تو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام دوران مجلس خوانی میں اپنا "گریبان چاک نہ کرتے"

دوران مجلس خوانی میں امام عابدؑ کا گریبان چاک کرنا

دیکھو روضۃ الاحباب بحاشیہ تاریخ احمدی صفحہ ۳۶۶ "مخدرات عصمت وطہارت را چوں اساری از بلدہ بہ بلدہ گردانیدند و مرا ہنشیم ساختی درخنہ در دین جدم انداختی پس دست دراز کردہ گریبان جامہ بدریدہ۔"

لیعنی جب امام زین العابدین علیہ السلام نے مسجد کوفہ میں بر زنی بعد مجلس پڑھی اور واقعات کربلا بیان کئے۔ اور اپنی مظلومی ظاہر کی۔ اور فرمایا کہ تیرے لشکریوں نے مخدرات عصمت و طہارت کو شہر بشہر پھرایا۔ مجھ کو یتیم کیا۔

اور میرے جد کے دین میں توڑ کے رخنہ ڈال دیا۔ اتنا فرمانے کے بعد آپ نے اپنی قمیض کا گریبان چاک کر دیا۔ یہ ہے حل ان روایات کا۔ جو ہمارے بھائی بے سمجھی سے پیش کرتے ہیں۔ بعض ضعیف ہیں۔ اور بعض موڈل اور ان کے پاس ہے ہی کیا؟

نبوتِ ذوالجناح

ذوالجناح اور دلدل نام ہے اس گھوڑے کا۔ جس پر سید الشہداء نے روز کربلا میدانِ کربلا میں سوار ہو کر اشقیاء سے جنگ کیا۔ ذوالجناح اسم مرکب ہے۔ ذو بمعنی صاحب اور جناح کے معنی ہیں۔ ما یطیر بہ الطائر پرندے کے پروں کو کہتے ہیں۔ انسان کے ہاتھ پاؤں کو کہتے ہیں چونکہ تیر کثرت کی وجہ سے پر معلوم ہوتے تھے۔ اس لئے اس کو ذوالجناح کہتے ہیں۔

اور لفظ دلدل سے اس کے معنی اور بھی واضح ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ دلدل اور دلدل اس جانور کو کہتے ہیں جس کی پشت پر لمبے لمبے کانٹے ہوتے ہیں جس کو قنفذ کہتے ہیں۔ اس گھوڑے کو تیروں کی کثرت کی وجہ سے قنفذ سے تشبیہہ دی جاتی ہے۔ جو بہت تیر لگنے پر دال ہے۔ جیسا کہ علامہ محمد حسین اعلی اللہ مقامہ تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اقبل الیہ ذوالجناح فی ھبل وصباح وعلیہ من الھام الف جناح ۔ (ریاض القدس صہ ۱۲۶ جلد دوم)

ذوالجناح چیخ و پکار کر رہا تھا۔ اور اس پر تیروں سے ہزار پر نظر آتے تھے۔"

اس وفادار گھوڑے کی یادگار اس لئے منائی جاتی ہے۔ کہ اس نے خلاف معمول انسانوں سے بڑھ کر حضرت کی نصرت و حمایت کی اور اظہار ہمدردی اور غمخواری ظاہر کی۔ چنانچہ مقتل ابی مخنف صہ ۹۴ میں ہے

ان فرس الحسین جعل یحمحم و یتخطی القتلی المعرکۃ المبلوکۃ قتیلا بعد قتیل حتی وقف علی جثۃ الامام فجعل یمرغ ناصیتہ بالدم و یلطم الارض بیدیہ یصھل صھیلا حتی ملاء البیداء فتعجب القوم من فعالہ فلما نظر الی فرس الحسین عمر بن سعد قال ویلکم ائتونی بہ وکان من جیاد خیل رسول اللہ فرکبوا فی طلبہ فلما احس الجواد بالطلب جعل یلطم بیدیہ و رجلیہ و یمانع عن نفسہ حتی قتل خلقا کثیرا ونکس فرسانا من خیولھم ولم یقدروا علیہ فصاح عمر بن سعد دعوہ حتی ننظر ما یصنع فلما امن الجواد من الطلب اتی الی جثۃ الحسین وجعل یمرغ ناصیتہ بدمہ یحمحم

وبکی البکاء الثکلی وصار لطلب الخیمۃ قال فلما سمعت
زینب بنت علی صھلۃ اقبلت الی سکینۃ وفرحانسہ
نیکو ابیھا والماء فراءت الجواد عادیا والسرج خالیا من
راکبہ وھتکت من خمارھا ونادت واقتیلاہ واابناہ
واحسناہ واحسیناہ وظربتاہ والبعدہ سفراہ واطول
کربتاہ ھذا الحسین بالعراء مسلوب العماۃ والرداء۔

ترجمہ:۔ تحقیق حضرت امام حسین کا گھوڑا کربلا میں ہانپنے لگا۔ اور معرکہ
میں اشقیاء کے مقتولوں کو روندتا ہوا لاشہ حسین پر آکر کھڑا ہو گیا۔
حضرت کے خون سے اپنی پیشانی کو ملتا تھا۔ اور زمین پر پاؤں مارتا
تھا۔ اور زور زور سے ہنہناتا تھا۔ حتیٰ کہ اس کی آواز سے سارا میدان
گونجنے لگا۔ اس کے ان افعال سے تو مہ حیران تھی۔ جب عمر بن سعد
نے حضرت کے گھوڑے کی یہ حالت دیکھی تو کہا افسوس! اس کو میرے
پاس لاؤ یہ تو

رسول اللہ

کے اچھے گھوڑوں سے ہے چند سوار اس کی طلب میں نکلے جب گھوڑے
نے محسوس کیا کہ مجھے پکڑنا چاہتے ہیں۔ تو اس نے اپنے اگلے پچھلے پاؤں
مار مار کر بہت سے لوگ ہلاک کر دیئے۔ اور کئی سواروں کو گھوڑوں پر سے

گرا دیا۔ پس اس کے پکڑنے پر کوئی آدمی بھی قادر نہ ہو سکا۔ پس عمر بن سعد
نے کہا۔ کہ اس کو چھوڑ دو۔ دیکھیں کیا کرتا ہے۔ جب گھوڑے نے دیکھا
کہ اب خطرہ نہیں تو سیدھا لاش حسین پہ آیا۔ اور اپنی پیشانی خون
حسین میں تر کی۔ اور ہنہنانے لگا۔ آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ زن
پسر مردہ کی طرح روتا ہوا خیمہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب جناب زینبؑ
بنت علیؑ نے اس کی آواز سُنی تو جناب سکینہ کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگی
سکینہ تیرا بابا پانی لایا۔ پس سکینہ اور بابا کی زندگی کی خوشی سے اُٹھی۔ کیا دیکھتی
ہے۔ کہ گھوڑا کی پشت برہنہ ہے۔ اور اس کی زین سوار سے خالی ہے پس
سر برہنہ باہر نکلی اور واحسینا و اقتیلا و اغربتا سے نوحہ و ندبہ کرنا
شروع کیا۔ کہ حسینؑ جنگل میں مارے گئے، عمامہ و ردا لوٹ گئی۔ الخ۔
اور صاحب ریاض القدس کی تحقیق سے کہ شاہ تشنہ جگر کا ذوالجناح
کئی دفعہ خیمے کی طرف آیا۔ اور واپس گیا۔ اور قبل شہادت حسینؑ جب
امام مظلوم بوجہ تیر و نیزہ گھوڑے سے گر پڑے۔ اور کئی مرتبہ بحالت
سجود رہے۔ زمین پر پڑے رہے۔ کچھ تسکین کے بعد خاک سے اُٹھے۔
اور بقدر طاقت مشغول جہاد ہوئے۔ اس اثنا میں ذوالجناح گرد امام
گردش کرتا رہا۔ اور حضرت کی حمایت میں مشغول رہا۔ اس کے بعد خیام
اہلبیت کی طرف آیا۔ اور اپنی زبان حال سے پیغام دے کر خدمت امام میں واپس

چلا گیا۔ اور آخری دفعہ بعد شہادت شاہ مظلوم واپس آیا۔

آخری دفعہ کی آمد پر۔ مخدرات عصمت و طہارت کی یہ حالت تھی کہ زلزلن و ولولن ولطمن خدود ھن وخرقن جیوبھن برزن حاسرات حافیات والوجوہ کاشفات والرؤس مکشوفات والشعور منشورات والدموع منشورات والصدور مخدوشات القلوب ملبوخات فحفن واجتمعن علی الجواد واحطن بہ فمنھن من اخذت بلجامہ مسئلۃ عن الراکب ومنھن من تنکب وتضع الخد علی مناکبہ ومنھن من تنزع السھام عن کاھلہ وغرفہ ومناکبہ۔

(ریاض القدس صفحہ ۱۵۵ جلد ثانی مطبوعہ ایران)

"خیمہ میں زلزلہ کی حالت طاری ہو گئی۔ واویلا کرتی ہوئی ظاہر ہوئیں منہ پر طمانچے مارے۔ گریبان چاک سر برہنہ منہ کھلے باہر آئیں۔ بال کھلے آنسو بہ رہے تھے۔ سینے زخمی۔ دل غمناک۔ باہر آئیں۔ اور آکر گھوڑے کے ساتھ چمٹ گئیں اور احاطہ کر لیا۔ کوئی لگام پکڑے کھڑی تھی۔ اور پوچھ رہی تھی۔ کہ سوار کہاں ہے۔ اور کوئی جھک کر اپنے چہرے کو اس کے کندھوں پر رکھے ہوئے تھی۔ کوئی تیر بدن سے کھینچ رہی تھی۔ اور کوئی بال گردن چوم رہی تھی۔

یہ ہے مختصر سا بیان اِس ذوالجناح کا جس کی ہم یادگار زندہ رکھنا چاہتے ہیں اور اِس کو بھلانا نہیں چاہتے اور مخدراتِ عصمت و طہارت کی سنت پر عمل کر کے اِس طرح گھوڑا نکلنے پر آہ و بکار کا منظر پیش کرتے ہیں۔ اور نوحہ خوانی ہوتی ہے۔ تاکہ وہی منظر سامنے آجائے۔

اور مخالفین غمِ حسینؑ اِس کو مٹا کر یادِ حسین بھلانا چاہتے ہیں۔ اب نا معلوم اِس میں کیا امر ناجائز ہے۔ گھوڑا ناجائز ہے۔ یا ماتم ناجائز ہے یا اِس کی یاد منانا ناجائز ہے۔ گھوڑا تو باعثِ برکت ہے۔ خواہ عام ہو الخیر معقود بنواصی الخیل۔ کتب حدیث میں مسلم ہے کہ خیر و برکت گھوڑا کی پیشانی سے وابستہ ہے۔ اور پھر جہاد کا گھوڑا تو اور بھی بابرکت ہے۔ اللہ تعالٰے نے جہاد کے گھوڑوں کی قسمیں کھائی ہیں۔ والعادیات ضبحاً کی سورۃ شاہد ہے۔ اور پھر سید الشہداء کربلا کا گھوڑا جس کا جہاد توحید۔ نبوت۔ امامت۔ تینوں کو بچا گیا۔ حسین منی و انا من الحسین۔ نبوت کے بچانے کی ترجمانی ہے۔ احب اللہ من احب حسینا کہ جب خدا حب حسینؑ میں منحصر ہے۔ توحید کو بچا لے اور حسین سبط من الاسباط امامت کے منحصر با ولادِ حسین ہونے کی دلیل ہے۔ جس نے توحید۔ نبوت۔ امامت۔ ہر سہ کو بچایا۔ اس کا گھوڑا کیوں بابرکت نہیں۔

اگر یہ سوال ہو کہ یہ اصل نہیں۔ نقل ہے۔ میں کہوں گا۔ نقل نہیں۔ بلکہ منسوب الی الحسین ہے۔ اور حضرت کی سواری بنایا گیا ہے۔ اور منسوب تنظیم عین تقوے ہے۔ جب حضرت اسماعیل کی قربانی کے جانور بھی معظم ہیں۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ والبدن جعلنا ھالکم من شعائر اللہ لکم فیھا خیراً (سورۃ حج پ ۱۷)

" کہ قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے واسطے شعائر اللہ سے مقرر کر دیئے ہیں۔ ان میں تمہارے لئے خیر ہے۔

اور ان قربانی کے اونٹوں کی تعظیم کو خدا نے "قلوب کا تقویٰ" فرمایا ہے دیکھو ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب (پ ۱۷ الحج)

کہ جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے۔ اس کا دل پرہیزگار ہے۔

جلالین ص ۲۸۲ مطبوعہ اصح المطابع میں ہے کہ ان کو شعائر اللہ اس لئے کہا گیا ہے۔ کہ ان کو نشان لگے ہوئے ہیں۔ اور ان نشانوں کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں۔ کہ یہ کعبہ کو جا رہے ہیں۔ ان نشانیوں کی تفصیل (سورۃ مائدہ پ ۱۷ میں بیان فرمائی ہے) والبدن والقلائد کہ قربانی کے جانور اور ان کے قلادے اور گلے کے ہار بھی قابل تعظیم ہیں۔ یہ وہی رسم قربانی ہے۔ جو حضرت اسمٰعیل کی قربانی سے چلی وفدیناہ بذبح عظیم پ ۲۳ سورۃ والصافات)

یعنی اس کا فدیہ دیا بسبب بڑی ذبح کے۔

(تفسیر جلالین ص ۳۷۷ اور ابن کثیر ص ۲۰ جلد ۴ میں ہے)

وہ دُنبہ جو حضرت ابراہیم نے ذِبح کیا۔ وہ جنت سے آیا اور وہی تھا۔ جو حضرت ہابیل نے پیش کیا تھا۔ رسم قربانی حضرت ہابیل سے شروع ہوئی دنبہ بہشت میں رہا۔ حضرت اسمٰعیل کا فدیہ ہوا۔ اور موجودہ دُنبے اور اونٹ اس کی مثال ہوئے۔ قابلِ تعظیم ہوئے۔ ہابیل فرزند آدم اس کا دنبہ بھی قابلِ تعظیم اور حضرت اسمٰعیل فرزند ابراہیم اس کا دنبہ بھی قابلِ تعظیم بلکہ قربانی کے اونٹ اِن کے قلاوے بھی قابلِ تعظیم نہ شرک نہ بدعت۔ مگر حسین علیہ السلام غریب الدیار جو کہ فرزند محمدؐ ہے۔ اس کی قربانی کا ذِکر بدعت اس کا تعزیہ بنانا شرک۔ اس کے گھوڑے کی یادگار قائم کرنا اور اس کو ازراہ محبت یا تعظیم ہاتھ لگا دینا بدعت ہے۔ ببیں تفاوتِ راہ از کجا است تابکجا۔ بلکہ حالانکہ حسین مظلوم ذِبحِ عظیم کا مصداق ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر

معنیٔ ذِبحِ عظیم آمد پسر

اس کی تصدیق تفسیر اہلبیت میں موجود۔ دوسرا معانی کتاب اللہ اس پر دال ہیں۔ مگر ہائے مصائب آلِ محمدؐ حسینؑ ذِبح بھی ہو گئے۔ دین بچ بھی گیا۔ قربانی اسمٰعیل کا شرمندۂ تعبیر ہو کر منصۂ شہود پر بھی آ گیا۔ مگر اعداء آلِ محمدؐ پھر بھی باز نہیں کیونکہ سید الشہداؑ کی حیات جاودانی میں اِنکو مذہب کی موت نظر آتی ہے

شوریٰ برباد ہوتا ہے۔ اجماع کی حقیقت کھلتی ہے۔ بنی اُمیہ کا ظلم
ظاہر ہوتا ہے۔ نام نہاد خلفاء بدنام ہوتے ہیں۔ لہذا ان کا فرض ہے کہ
حسینؑ کی ہر نشانی مٹا دیں۔ چونکہ ان سے مذہب آلِ محمد زندہ ہوتا ہے لہذا
ہمارا فرض ہے کہ ہر علامت کو برقرار رکھیں۔ خواہ عَلَم حضرت عباس
یا ذو الجناح سیدالشہداء ہو۔

شیعہ اگر حسینؑ کی عقیدت میں اصلی گھوڑا پیش کریں۔ تو بھی منع ہے
مگر بی بی عائشہ اگر حضرت سلیمانؑ کے گھوڑے کی تمثال بھی بنالے۔ پر بھی
لگالے۔ گھر بھی رکھ لے۔ رسولِ خدا بھی زیارت کرلیں۔ تو کوئی حرج نہیں
ذرا دیکھئے ان بزرگوں کی معتبر تفسیر ابن کثیر ص ۳۲ جلد چہارم۔

اذ عرض علیہ بالعشی الصفنٰت الجیاد

کہ جب حضرت سلیمانؑ کو بوقت عصر گھوڑے پیش کئے گئے اس کی
تفسیر میں ایک کے ضمن میں لکھا ہے۔ کہ

ورأى بينهن فرس له جناحان من رقاع فقال ما هذا الذي ارى وسطهن
قالت رضي الله عنها فرس قال رسول الله ما هذا الذي عليه قالت رضي الله عنها
جناحان قال رسول الله فرس له جناحان قالت رضي الله عنها اما سمعت ان
سليمان عليه السلام كانت له خيل لها اجنحة قالت رضي الله عنها فضحك
صلى الله عليه وسلم حتى رأيت نواجذه رواه ابوداؤد

"کہ رسول خدا نے حضرت عائشہ کے گھر اس کی گڑیوں میں ایک گھوڑا دیکھا۔ کہ اس کے دو پر بھی کھڑے ہے۔ کہا حضور نے کہ یہ کیا ہے جو میں ان گڑیوں کے درمیان دیکھتا ہوں۔ بی بی صاحبہ نے عرض کیا۔ آپ نے سنا نہیں کہ حضرت سلیمان کے گھوڑے تھے اور ان کے کئی کئی پر تھے۔ یہ سن کر حضور ہنس پڑے۔ حتیٰ کہ آپ کے دانت نظر آنے لگے۔" الخ

اس حدیث کو ابن کثیر نے پر دار گھوڑے ثابت کرنے پر پیش کیا ہے۔ چنانچہ کہا ہے۔ کانت عشرین فرساً ذات اجنحۃ

یعنی حضرت سلیمان کے بیس ذوالجناح تھے۔ اور حضرت سلیمان نے ان کو نماز کے قضا ہو جانے کی وجہ سے ذبح کر دیا تھا۔ سبحان اللہ سلیمان کے

ذوالجناح کی تصویر رسولؐ کے گھر میں

جس کو فرضی پر لگا کر ذوالجناح بنایا گیا۔ لیکن اگر حسینؑ کے ذوالجناح کی شبیہ بنا لی جائے تو بدعت اس پر تیروں کے نشان بنانے بدعت۔ رنگین چادر ڈالنا بدعت۔ رنگ لگانا بدعت کیوں کہ یہ کچھ ظلم یزید کو ظاہر کرتا ہے اور وہ چھٹا خلیفہ ہے۔ امت کا اس پر اجماع ہے۔ دیکھو صواعق محرقہ صفحہ ۱۲ اور اس کی بیعت اللہ و رسول کی بیعت ہے (دیکھو بخاری شریف صفحہ ۱۰۵ اور اس کی بیعت توڑنے والا جاہلیت یعنی کفر کی موت مرے گا۔"

دیکھو صحیح مسلم جلد ۲ صفہ ۱۲۰

اور وہ مومن مسلمان ہے اور اس کو بدنامی سے بچانے کے لئے ذکر حسین حرام ہے۔ (دیکھو صواعق محرقہ صہ ۱۳۳)

حضور! یہ ہیں عزاداری کے مختصر ثبوت اور مولوی دوست محمد صاحب **دعوتی کی کھلی چٹھی کا کھلا جواب** جس میں ہم نے ہیئت کذائیہ کے جواب میں اہل سنت کے مذہب کا ہمہ تن بدعت ہونا ثابت کیا غرض ماتم و عدم ماتم سامنے رکھی۔ دوست دشمن کا فرق سمجھایا۔ تعریف سنت و بدعت کی اس کے بعد ماتم کو سنتِ رسول۔ سنت صحابہ اور سنت اہل بیت ثابت کیا۔ شبیہہ تعزیہ کا ثبوت دیا۔ بت پرستی اور تعزیہ کا فرق بتایا۔ قرآن اور حدیث سے اس کے ثبوت دئیے۔ عزاداران مدینہ کا ماتمی جلوس لبوئے قبر رسولؐ جاتا ہوا ثابت کیا۔ بنی زادیاں کا ذوالجناح کے آنے پر نوحہ و ماتم ثابت کیا۔ حضرت امام زین العابدین کا مجلس پڑھنا اور دوران مجلس میں گریبان چاک کرنا ثابت کیا۔ بنی زادیوں کی سیاہ پوشی دکھلائی۔ قربانی ہابیل سے لے کر قربانی حسینؑ علیہ السلام کی حقیقت سامنے رکھی۔ ذوالجناح کے ثبوت پیش کئے۔ الغرض عزاداری کو واجب ماتم کو سنت ذوالجناح اور شبیہہ تعزیہ کو مستحب ثابت کیا۔

الغرض دوست محمد کی ایک ایک شق کا جواب دیا اور اس کے مذہب کی آٹھ بدعت کا قرضہ اس کے سر چھوڑا۔ تا وقتیکہ ان بدعات کو سنت نہ ثابت کرے۔ اسے جواب دہی کا حق نہیں۔

دوبارہ پورے اس کو جواب سوچنے کیلئے مل گئے

مگر ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ

کہ وہ قیامت تک بھی اصولی جواب نہ دے سکیگا۔ منہ چڑانا اور لکیر کا فقیر بننا اور ہے پیکنہ۔ سرتراشی اور ہے اور حقیقت قلندری اور ہے آئینہ داری اور ہے سکندری اور ہے۔ دعوتیوں کی علمی حقیقت نہیں یا رہے ان کے معلومات یاد ہیں۔ ان کے کھسیانے حرکات یاد۔ بے اصولیاں یاد ہیں حدیث رسول سے حکم عدولیاں یاد۔ ان کا گول باغ کا فرار یاد۔ حشمت مرالی میں حدیث رسول سے انکار یاد ہے۔ ریاست بہاولپور میں موضوع قید کو چھوڑ کر داڑھی میں الجھنا یاد ہے۔ جھوک دایہ میں زہری کو شیعہ بنانا یاد ہے۔ شاہ ولی اللہ کا مضحکہ اڑانا یاد ہے۔ محمد خاں اور غلام رسول کا کا شیعہ ہونا یاد ہے۔ انکا جھوٹا اشتہار یاد۔ مباہلہ سے گریز یاد ہے

الغرض ان بزرگوں کا تمام داؤ پیچ کھیلنا یاد۔ عوام کو ان

کا بدھو بنانا یاد ہے۔ اب جس سوچ بچار میں ہیں۔ وہ بھی یاد ہے جس طرح حقائق کو بچاند کر نکلنا چاہتے ہیں۔ وہ بھی یاد ہیں۔

انشاءاللہ تمام سامان لئے کھڑا ہوں۔ جس طرف نکلیں گے جواب دہی کے لئے حاضر ہوں گا۔

؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را مے شناسم

خادم آل محمد محمد اسمٰعیل دیوبند گوجرہ

ملّان دوست محمد قریشی کا

تبصرہ

مجریہ دعوت ۷؍ اگست ۱۹۵۶

شیعی مبلغ کے ہوش باختہ ہوگئے۔ ناظرین دعوت، صداقت سے یہ مخفی نہیں ہے کہ میں نے جملہ اکابر اہل تشیع کے نام ایک کھلی چٹھی شائع کی تھی اس سے میرا مقصد نہ تو طعن و تشنیع تھا اور نہ حملہ بلکہ محضاً للہ چند سوالات کئے گئے تاکہ مسلمانوں پر حق واضح ہوجائے۔ اور باطل کا منہ کالا ہو۔ مگر ہوا یہ کہ مولوی اسمٰعیل نے میرے ان تحقیقی سوالات کے جواب میں ایسی طفلانہ باتیں شروع کر دیں جس کو ہمارے دارالمبلغین ملتان کا ہر طالب علم دیکھ کر بے ساختہ ہنسنے پر مجبور ہوگیا ہے۔

چہل سال عمر عزیزت گذشت
مزاج تو از حال طفلی نہ گشت

حقیقت یہ ہے کہ امتحان دینے والے لڑکے کو دارالامتحان میں جب جواب

نہ ہوسے تو ادھر ادھر کی باتیں لکھ کر ہی پرچہ پر کرنے کی کوشش کرتا ہے
مگر تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔

یہی حال ہمارے اسمٰعیل صاحب کا ہے۔

آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند — در جہل مرکب ابدالدھر بماند

گھبراہٹ کا یہ عالم ہے۔ کہ صداقت مجریہ ۲۰ رجون ۱۹۵۶ء میں لکھتے
ہیں " مسئلہ کا اختلاف نہیں بلکہ پس پردہ کچھ اور حقیقت ہے"
اصل میں مبلغ اعظم صاحب کے کچھ ایسے حواس باختہ ہوئے ہیں کہ کبھی
اور حقیقت کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ مولوی صاحب گھبرائیے مت مقصد
احقاقِ حق ہے۔ اور بس زکوٰۃ اور دور از کار رفتہ دلائل کو چھوڑیئے اب
چونکہ میری کھلی چٹھی کے سوالات کے منہ میں آپ نے بغرض شہرت اپنے وجود کو
ہی پیش کیا ہے۔ تو آپ کو چاہیئے کہ میرے ہر اس سوال کا جواب تحریر
کیجئے۔ چور دروازہ تلاش کرنا ہوگا۔ اور نہ تلاش کرنے دیا جائے گا۔

اظہار حقیقت چونکہ شیعی جرائد میں میں نے جب یہ دیکھا کہ یہ
لوگ مراسم عزاداری اور آج کل کے رسمی جلوسوں کو مذہبی فریضہ مذہب
آل محمد کا عنوان دے کر حکومت سے مطالبہ کر رہے ہیں۔ کہ پیمانہ صبر لبریز ہو چکا
ہے۔ پابندی اٹھا دی جائے۔

ہم مراسم عزاداری کی آزادی پر ہر قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے تو

میں نے مناسب سمجھا کہ ذرا سی تار ہلا دوں گا۔ حقیقت خود بخود آشکارا ہو جائے گی۔ پتلی ناچے گی تو لوگوں کو اِس حقیقتِ حال سے آگاہی ہو جائے چنانچہ میرا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوا اور مولوی صاحب موصوف میدان میں کود پڑے۔

مولوی اسماعیل صاحب کے پیش کردہ دلائل پر تبصرہ

سب سے پہلے آپ نے فلسفۂ ماتم حسینؑ بقول شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی سے مضمون کو شروع کیا ہے۔

تبصرہ:۔ میں نے مولوی صاحب سے نہ تو ماتم کے فلسفے سے متعلق سوال کیا تھا اور نہ اِنہیں ضرورت تھی۔ مگر چونکہ آپ طویل اور بیجا عبارت لکھنے کے مریض ہیں۔ اس لئے آپکو اس کے بغیر آرام نہ آیا۔ نیز اس میں بھی موجودہ طرز پر مراسم عزاداری کو شاہ صاحب موصوفؒ نے نہ جائز رکھا ہے اور نہ تفصیلی طور پر ذکر کیا ہے۔ بہاحزن بلال اس کی نہ منع ہے اور نہ اس سے ہمارا انکار ہے۔ مجھے جس کا ثبوت درکار ہے وہ اس عبارت میں نہیں اور جو لکھا ہوا ہے۔ اس سے متعلق میرا سوال نہیں افسوس تو یہ ہے کہ خود سمجھتے نہیں اور دوڑ کو کہے جاتے ہیں پھر سنئیے۔

میرا سوال یہ تھا کہ موجودہ طرز پر مراسم عزاداری بہئیت کذائیہ یا بں طور

فرض ہے۔ یا سنت مستحب ہے۔ یا بدعت۔

مگر اس کے جواب سے پہلے آپ نے شاہ عبدالعزیز صاحب رح حضرت جامی علامہ ابن کثیر گنگوہی رح کی عبارتیں دے ماریں حالانکہ اس طرح آپ کا ذرہ برابر بھی مطلب واضح نہیں ہوتا۔ میں اگر چاہتا تو شیعی کتب کے حوالے جات کے انبار لگا دیتا جبر کی تمام آیتیں مفہوم جبر کے متعلق لغوی تحقیقیں۔ اصول کافی کی روائیتیں اور روایات پر الصافی مراۃ العقول وغیرہ کی تحقیقیں آئمہ کے اقوال اور رسول کریم کے فرامین من لا یحضرہ الفقیہ کی حدیثیں اور نہج البلاغۃ کے خطبے حضرت علی کے ارشادات حضرت سیدنا حضرت حسین کی آخری وصیت اور اس کے علاوہ بیسیوں حوالہ جات پیش کر کے آپ کا دماغ مختل کر دیتا۔ مگر مجھے مزید بحث کرنا مقصود نہیں۔ میرا سوال چند جملوں کے اندر بند ہے اور آپ کو چاہیئے کہ

یا تو اعلان کریں کہ مراسم عزاداری بایں طرز و طریق اہل تشیع کے نزدیک مذہبی فریضہ نہیں اور یا حسب مطالبہ براہین قاطعہ اور دلائل ساطعہ پیش کر کے انعام کے مستحق بنیں

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

صداقت:۔ موجودہ عزاداری بہیئت کذائیہ مجموعہ ہے چند امور کا جس میں بعض چیزیں واجب ہیں اور بعض سنت۔ اور بعض مباح اور جائز موجب ثواب

کے درجہ میں داخل ہیں۔ کتاب و سنت سے بعبارۃ النص اور دلالۃ النص اجماع اور قیاس شرعیہ سے سب کا ثبوت موجود ہے۔ یعنی ادلہ اربعہ شرعیہ سے عزاداری ثابت ہے

تبصرہ اور بروقت تنبیہ: مولوی صاحب نے چھوٹے منہ سے بڑی بات کردی ہے۔ میں دیکھوں گا کہ مبلغ اعظم اسے کس طرح ثابت کرتے ہیں۔ کیونکہ میرے **اعتراضات کی بوچھاڑ** سے اس وقت تک بچ سکتے تھے جب تک آپ یا تو سوال تسلیم نہ کرتے اور یا اس قسم کا دعویٰ نہ کرتے۔

اب باہوش ہو کر سنیئے۔ جب آپ نے یہ لکھ دیا کہ موجودہ عزاداری بہیئت کذائیہ ہے۔ چند امور کا تو آپ تشریح فرماویں۔

۱۔ کہ ان امور کو بہیئت کذائیہ واجب و سنت مستحب و مباح سے جمع رسول کریم نے کیا تھا۔ یا آئمہ کرامؒ نے۔

۲۔ اگر رسول کریم نے کیا تھا۔ تو صحیح حدیث کتب اہل تشیع سے تحریر کریں

۳۔ اگر آئمہ کرام نے کیا تھا تو تصریح کریں کہ ابو الآئمہ رضی اللہ عنہ نے یا باقی آئمہ کرامؒ نے۔

۴۔ اگر حضرت علیؓ نے ان امور کو جمع کر کے دین کا شعار قرار دیا ہے تو ذرا یہ کس کے حزن میں۔

۵۔ اگر باقی آئمہ کرام نے بہیئت کذائیہ ان امور کو جمع کیا ہے۔ تو ان کا اسم تصریحی مطلوب ہے۔

۶۔ نیز یہ بھی واضح کریں۔ کہ اگر بہیئت کذائیہ مراسم عزاداری کو کوئی شخص ترک کر دیتا ہے۔ تو آپ کا اس پر کیا فتویٰ ہے۔

۷۔ کیا واجب کے ترک سے انسان گنہگار ہو جاتا ہے۔ یا نہ۔

۸۔ بہیئت کذائیہ جب آئمہ کرام سے سوگ ثابت نہیں تو کیا آپ کے نزدیک معصوم رہے یا نہ۔

۹۔ اگر معصوم رہے تو کیسے۔

۱۰۔ اگر معصوم نہ رہے تو کیا آپ کا مذہب صحیح و سالم رہا۔

تلک عشرۃ کاملۃ

صداقت :۔ قریشی صاحب کو چاہیئے کہ پہلے اپنے مذہب کو بہیئت کذائیہ بایں طرز و طریق ثابت کریں۔

۱۔ پہلے خلفاء ثلثہ کی خلافت ثابت کریں۔ کہ اس کا ثبوت قرآن میں ہے یا حدیث میں۔ اگر قرآن میں ہے تو خلافت کو نفی مان کر آیت پیش کریں۔ اگر حدیث میں ہے۔ تو اجماع کو جواب دے کر حدیث کی طرف آئیں۔ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۰ میں جو یستخلف رسول اللہ قول عمر سامنے رکھ کر جواب دیں ورنہ اس سے پہلے خلافت ثلثہ کو بدعت تسلیم کریں۔

تبصرہ :۔ اولاً آپ کا مطالعہ ہی غلط ہے اس قسم کے سوالات کرنے کا تو آپ کو تب حق ہوتا۔ جب آپ میرے سوال کو ٹھکرا دیتے اور تسلیم ہی نہ کرتے۔ جب آپنے تسلیم کر لیا تو ان سوالات کا فائدہ۔

شاید آپ بھول چکے ہیں۔ پورا ایک سال ہوا چاہتا ہے۔ کہ میں آپکے ان ہی سوالات کے جواب میں جھوک دایہ ضلع جھنگ میں آپ کی پوری خاطر تواضع کر چکا ہوں روئداد معرکتہ الآرا مناظرہ کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ منگوا کر مطالعہ کریں۔

مزید ضرورت ہو تو قرآنی آیت وعد اللہ اور امرھم شوریٰ بینہم ملاحظہ فرمائیں۔ تو بدعت کا تصور بھی دماغ سے نکل جائے گا۔ لم یستخلف رسول اللہ کی وجہ ظاہر ہے۔ جب کہ استخلاف کا وعدہ ہی پروردگار عالم نے فرما دیا۔ جس کے اسباب مہیا فرما کر انعقاد فرما دیا۔

صداقت۔ اپنے مذہب اربعہ یعنی حنفی، شافعی۔ مالکی، حنبلی کا وجود بایں طرز و طریق حدیث یا قرآن سے ثابت کریں۔

تبصرہ:۔ سبحان اللہ جو اپنا مذہب ہی خدا اور رسول اور جمیع صحابہؓ کرام اور اہلبیت کو چھوڑ کر صرف امام جعفر صادق سے لیتے ہیں اور وہ بھی بے بنیاد متعارض متناقض روایتیں پیش کر کے جن کا مدار تقیہ ہو۔ یا وقتی مصلحت پر وہ آج آئمہ اربعہ کے مذہب پر اعتراض کرنے لگے ہیں۔ جن کے مقلدین کو بھی ہم مسلمان سمجھتے ہیں۔ اور نہ تقلید کرنے والوں کو بھی بدعت کا تصور تو تب آتا ہے۔ جب التزام مالا یلتزم ہوتا۔ آئمہ اربعہ نے باقاعدہ اللہ جل جلالہ کے قرآن سرور کائنات کی احادیث

صحابہ کرام کے فتاویٰ کو سامنے رکھ کر مسائل کا استنباط کیا۔ ہم نے تسلیم کرلیا اور بس۔ لیکن ذرا اپنی تو سنائیے آپ کے مفروضہ معصوم آئمہ نے جو کچھ کہہ دیا وہ آپ کا ایمان ٹھہرا۔ آپ کو قرآن کی ضرورت کہاں۔ وہ خواہ غار سر من رائے میں رہے یا ہوا میں اڑتا پھرے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حبوک دایہ کے موضوع نمبر اول میں تحریف قرآن والی روایات کا نشہ چاپلوسوں کی طفل تسلیوں کی وجہ سے شاید آپ کے ذہن سے اتر چکا ہے۔ ورنہ وہاں تو ہم نے شیشے کی طرح واضح کر دیا تھا کہ آپ کا قرآن پر کس طرح کا ایمان ہے۔

پھر بھی قرآنی آیت فلولا نفر منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین اگر قرآن میں نہ ہوتی تو ہمیں نہ تو تفقہ کی ضرورت تھی اور نہ مجتہدین کی۔ جیسے آپ نے بایں عبارت تسلیم کر لیا ہے۔

کتاب و سنت سے اجماع اور قیاس صحیح شرعیہ سے مسئلہ عزاداری ثابت ہے۔ پس آپ ہار گئے اور ہم جیت گیا۔ کیونکہ آپ نے کتاب و سنت کے علاوہ اجماع اور قیاس کو بھی دلیل شرعی تسلیم کر لیا ہے۔

جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے۔ " صداقت " آپ نے حضرت عمر کی نعم البدعت تراویح شریف بایں ہئیت کذائیہ الخ اور آپ نے حضرت عثمان کی اذان اول بروز جمعہ بحدیث رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ثابت کیجئے۔ بعد الاذان نماز کی نیت بہیت کذائیہ جس طرح تمہاری کتابوں میں لکھی

ہے۔ اور جس طرح تمہارے عوام کرتے ہیں۔ حدیث میں دکھلا دیے اور فی حدیثہ اپنا منہ مانگا انعام لیجیے۔ الخ۔

موجودہ قرآن کریم کو ہیئت کذائیہ بایں طرز و روش جیسا کہ ہے۔ مع زیر و زبر رکوع ربع عشر الخ اپنے چہاردہ خانوادوں کا تصوف بہیئت کذائیہ اس کے ورد اور ادب قرآن و حدیث سے ثابت کیجیے۔

تبصرہ:۔ ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

افسوس تو یہ ہے۔ کہ آپ جب تک مذہب حقہ اہلسنت میں رہے چونکہ آپ اس کی حقانیت کے دلائل اور اس کے نظریے کے مستحسنات سے ناواقف تھے اس لئے آپ نے بغرض حلب منفعت مذہب شیعہ قبول کر لیا۔ اور اسی خاطر لوگوں کو دعوت دیتے پھر رہے ہیں۔

مولانا صاحب پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ ہماری کتابیں اگر اٹھا کر دیکھیں تو وہاں یہ حدیث ضرور پائیں گے۔ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین کہ لازم پکڑو میرے طریقہ کی اور خلفاء راشدین کے طریقے کی۔ پس تراویح اذان اول تو اس حکم میں داخل ہے۔ رہا تثویب تو اس عبارت کی ابتداء میں لاباس کا لفظ موجود ہے۔ ہماری تحقیق کے پیش نظر غیر ضروری ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ جو غیر ضروری ہوا۔ وہ بدعت نہ رہا۔

باقی رہی نیت بہئیت کذائیہ اس کے متعلق آپ نے فیصلہ ہی کر دیا ہے۔ کہ یہ عوام کا فعل ہے اور عوام کا کالانعام ہونا ظاہر ہی ہے باقی قرآن مجید۔ وہ ہمارے مجوب بھی مشتمل ہے۔ اور تفاسیر کے بعض متون پر غیر معروف بھی جس سے ظاہر ہے کہ آپ بدعت کے حقیقی مفہوم سے ہی جاہل ہیں۔ اسی طرح تصوف کے اوراد معاملات روحانی کے درجے میں ہیں۔ عامل اور تارک کے ایمان میں نقص نہیں۔ پس بدعت نہ رہا۔ لیکن:۔

صداقت:۔ مراسم عزاداری کو دینی اور مذہبی فریضہ کہنے والو ذرا آنکھیں کھولو اور ہوش سنبھالو۔ مولوی اسمٰعیل صاحب لکھتے ہیں۔ اس اصول کے مطابق اگر ہم موجودہ عزاداری کے جواز کی دلیل قرون ثلٰثہ میں نہ دکھلا سکیں تو آپ کہیں بدعت کہیں یا سنت قبل از وقت نا دیا گیا۔

تبصرہ:۔ بہت اچھا مولانا خدا کرے۔ آپ بوجہ تیزی طبع چھلانگ لگا کر کہیں موضوع سے کنارہ کش نہ ہو جائیں۔ دیکھئے مطابق عہد آپ نے قرون ثلٰثہ سے بھی موجودہ طور پر مراسم عزاداری بہئیت کذائیہ ثابت کرنا ہے۔ اور ہمارا ابھی یہی مطالبہ تھا کہ اگر فرض ہے۔ تو قرآن پیش کیجئے۔ سنت ہے۔ تو حدیث رسول اور سنت آئمہ ہے۔ تو آثار آئمہ کرام اور بس۔

ناظرین کرام! مولوی اسمٰعیل کی اس عبارت کو کبھی آپ بھولیں مولوی صاحب ثابت کر کے نہ دکھائیں گے۔ کہ آئمہ کرام میں سے سیدنا حسینؓ اور حضرت زین العابدین

ہر محرم کے عشرہ پر جلوس نکالتے تھے۔ گھوڑا سجاتے تھے۔ مصنوعی گنبد مجموعہ

تراطبیس و خنب بناتے تھے۔ چند سیاہ اجسام لوگوں کو دائرہ میں کھڑا کرتے

اور باقی لوگوں کو ارد گرد جمع کرتے سیاہ لباس ہر دسویں محرم کو پہنتے پہناتے

تھے۔ ہر شخص کے ہاتھ میں زنجیر دیتے نوحے پڑھتے غبار سر میں ڈالتے۔ شہر کے

ہر گلی کوچے کا چکر لگاتے تھے۔ مستورات کے ہجوم سمیت ایک جگہ پر جا کر تعزیے

کو دفن کرتے۔ اور تیسرے دن تیجہ اور چالیسواں دن کرتے رہتے تھے۔ پس اگر

مولانا یہی افعال قرونِ ثلثہ سے بحیثیت کذا بمشتق بحد واجب و سنت و مستحب

ثابت کر دیتے تو اپنے دعوے میں جیت گئے۔ ورنہ اپنے چپت گرے کہ قیامت

تک اٹھ بھی نہ سکیں گے۔

صداقت :- ۵ جولائی ۱۹۵۶ء، لکھتے ہیں۔ ایام اللہ یعنی خدائی دن منانے

کا وجوب سب سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کر کے استدلال کیا ہے۔

مولوی اسمٰعیل کو اپنے عقل کا ماتم کرنا چاہیئے۔ مولوی صاحب قبلہ اگر اس

آیت سے آپ کا استدلال صحیح ہے۔ تو آپ ایک صندوق موسیٰ کا تابوت بنائیے پھر

جلوس نکال کر دریا پر لے جائیں۔ پھر دریا میں اس تابوت کو بہائیے۔ پھر ایک

فرعون کا مجسمہ بنا کر اُس کے گھر کا نقشہ بنائیے۔ وہاں عورتیں جمع کر کے

موسیٰ کے مجسمے کو دودھ پلوائیے۔ پھر تانگے پر سوار کر کے گھر لے آئیے۔ تاکہ قرآن مجید

کا مطلب آپ کی سمجھ کے مطابق پورا ہو۔ اور آپ کا مذہبی فریضہ بھی پورا ہو جائے

پھر عاشورہ کی عظمت کی بحث چھیڑ دی۔ جس کے ہم منکر نہیں ۔ اس کے بعد ہر سال زیارت قبور شہدا پر جا کر سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار کہنا ثابت کیا ہے تبصرہ ؛۔ پس آپ بھی ہر سال کربلا تشریف لے جاتے ہیں اور وہاں جا کر یہی دعا پڑھیئے ۔ اور بس۔ مگر بتائیے تو سہی آئمہ کے نام پر لوگوں کی جیب سے پیسے بٹور کر کتنی دفعہ کربلائے معلیٰ جانا نصیب ہوا۔ کبھی بھی نہیں۔

ایں مدعیاں در طلبش بیخبر انند آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

پھر فاطمۃ الزہرا سے رونا اور دعا کرنا ثابت کیا۔ تو اس سے ہمارا انکار کہاں ہے۔

مولوی صاحب اپنا مذہبی فریضہ اور موجودہ مراسم عزاداری بہیئت کذائیہ قرونِ ثلاثہ سے ثابت کیجئے۔ اور انعام کے مستحق بنیئے۔ ادھر ادھر جانے کی ضرورت نہیں پھر آگے کی بحث چھیڑ دی۔ حالاں کہ یہ مسئلہ زیر بحث ہی تھا۔ خواہ مخواہ اخبار کے کالم ہی پر کر دیئے۔ صداقت والوں کو چاہیئے تھا۔ کہ کسی اہل علم کو اپنا سرپرست مانتے۔ مگر چوں کہ ٹھان چکے ہیں۔ اس لئے اب ان بیچاروں کو اس کی ہر روز تحریر شائع کرنی پڑتی ہے۔

پھر تصویروں کی بحث شروع کر دی اور اگر گرجا گھر کے اندر انبیاء علیہم السلام کی تصویریں ثابت کیں۔ حالاں کہ ان سے میرے سوالات کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب نے شبیہ تعزیئے کے مذہبی فریضہ ہونے کا انکار کر دیا۔ ہمارا

مدعا بر آگیا۔ مذہب اہل سنت زندہ باد۔ یعنی شبیہ تعزیہ نہ واجب ہے نہ فرض۔ بلکہ مستحب ہے۔ موجب زیادتی غم حسین ہے۔ صداقت ۲۰۔ جولائی سنہ ۱۹۵۶ء

اب مولانا اپنی کتابوں سے مستحب کی تعریف تحریر کریں۔ اور شبیہ کو اس تعریف کے مطابق مستحب ثابت کرکے دکھائیں۔

حضرت مبلّغ اعظم کی تبصرہ پر تنقید

مولوی دوست محمد قریشی کا وقار اعتبار تھا۔ تو تنظیم میں بہت کچھ ہمارے تحریری اور تقریری مناظروں نے آپ کی حالت پتلی کردی پھر بھی بڑے نام کچھ کرتے رہتے ہیں۔ ماشاء اللہ ہیں تو صدر مبلّغ مگر قلت معلومات اور مذہب اہلسنت کا مبنی بر حقائق نہ ہونا آپ کے بس کا روگ نہیں تقریری مناظروں میں تو غیر جانبدار بن کے سامنے غلط ملط ہوا باندھ لیتے تھے۔ مگر جب سے تحریری سلسلہ شروع ہوا ہے۔ بالکل ہی قلعی کھل گئی ہے۔ اگر اعتبار نہ ہو تو ہمارے مضامین کے فائل سامنے رکھ کر آپ کے نام نہاد جوابات بھی سامنے رکھئیے۔ اگر زیادہ تسلی مطلوب ہو تو ایک غیر جانبدار تعلیم یافتہ ثالث مقرر کرکے اس کو دونوں فائلیں دیدی جائیں۔ اگر وہ کہہ دے کہ واقعی میری ہر بات کا پورا جواب ہو گیا ہے۔ تو میں مقررہ انعام

مولانا دوست محمد صاحب کو دینے کے لئے تیار ہوں۔ ورنہ مفت میں منہ
چڑانا جواب نہیں کہلاتا۔ اب ذرہ ان کے جوابات کی حقیقت ملاحظہ فرمائیے۔
تنقید بر تبصرہ براہین ماتم۔ چنانچہ اخبار دعوت فاروق اعظم نمبر ۱۹ ہمارے
دلائل کی نسبت لکھتے ہیں۔ کہ دار المبلغین ملتان کا ہر طالب علم دیکھ کر بے ساختہ
ہنسنے پر مجبور ہوگیا ہے۔ مگر ہنسی کی وجہ نہیں بتلا سکے۔ غلط ہے یا تنقیح طلب
ہے۔ یا اور عقلیہ میں تقریب تام نہیں۔ یا تصحیح نقل میں منقول عنہ کی طرف نسبت
بیان میں صحت اور صدق نہیں۔ یا پیش کردہ دلائل کے خلاف یہ معاوضہ ہے
یا اس میں یہ نقص ہے۔ اور اس پر یہ شواہد ہیں فقط ہنسی ہے۔
اس کی وجہ ہم بیان کرتے ہیں۔ کہ عند المناظرہ ہنسی کا کیا مطلب ہوتا ہے
چنانچہ رشیدیہ ص۹ میں ہے۔ والسادس ان لا یضحک ولا یرفع الصوت ولا یتکلم
بکلام السفہاء عند المناظرۃ لانہا من صفات الجہال و ہذا لانہم لا
یستترون بہا جہلہم۔
ترجمہ:- کہ چھٹی وصیت یہ ہے۔ کہ مناظرہ کے وقت ہنسنا اور آواز بلند کرنا
بیوقوفانہ کلام کرنا منع ہے۔ کیونکہ یہ جاہلوں کی صفتوں سے ہے۔
اور ان کا وظیفہ ہے کیونکہ ان حرکات کے ساتھ وہ اپنی جہالت کو
چھپاتے ہیں۔ دار المبلغین کے طلباء کے ہنسنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان کے استاد
کو جواب نہیں آیا۔ لہذا وہ ہنسی میں اپنے استاد کی جہالت کو چھپانا چاہتے ہیں۔

قریشی صاحب کے تبصرہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جس روایت کا غلط سلط بھی جواب نہ آیا۔ اس کو چھوڑ دیا۔ باقی کچھ مضحکہ میں وقت گزرا۔ کچھ اپنی طرف سے غلط تاویلیں کیں نہ کوئی اصول نہ قاعدہ نہ آیت نہ حدیث بس جواب ہو گیا۔ اصل جواب بھی ہو تو کہیئے۔ مثلاً دربارہ بدعت میں نے قریشی صاحب کے سامنے عبارتیں نقل کیں۔ ان کا کوئی جواب نہیں دے سکے ہیں۔ آٹھ عدد بدعات آپکے شمار کئے ہیں۔ اگر بقول آپکے سنت ہیں۔ تو ان عبارات کا کیا مطلب ہے۔ جن میں ان سب کا بدعت ہونا آپکے علماء نے تسلیم کیا ہے۔ یا ان بدعات کو تسلیم کر کے بدعتی بنیئے یا ان عبارات کا جواب دیجیئے۔ ورنہ آپ کا قرار ہے۔ اگر ان میں لفظ بدعت نہیں ہے۔ تو مجھے مطلع کیجیئے۔

رہا آپ کا تراویح کو حدیث علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الراشدین سے سنت ثابت کرنا مغالطہ ہے۔ اگر آپ کی مراد خلفاء الراشدین سے ثلاثہ ہیں۔ تو فرمایئے جس کو آپ کا خلیفہ راشد خود ہی بدعت کہے وہ سنت کیسے ہوئی۔ اگر سنت ہوئی تو خلیفہ صاحب بدعت کیوں کہتے فرمایئے۔ خلیفہ راشدہ کے قول پر تراویح بدعت ہوئی یا سنت۔ ورنہ پوچھکر جواب دو۔ اگر بخاری شریف میں لفظ بدعت بقول عمر نہیں تو صفحہ سطر دوبارہ پوچھ لو۔ سنت کا اطلاق قول و فعل دونوں پر ہوتا ہے بقول عمر بدعت ہم نے ثابت کر دیا اور خلیفہ صاحب کا خود تراویح پڑھنا یا پڑھنا آپ ثابت کیجئے۔ ورنہ بقول خلفاء الراشدین بھی بدعت ثابت ہوئی۔ آپ کا یہ کہنا

کر میں قیاس اور اجماع کو مان گیا ہوں۔ سنیئے استدلال اور الزام مسلمات خصم سے ہوتا ہے۔ ذرہ آنکھیں کھول کر بات کیجئے تحریری مناظرہ ہے۔ حلقہ وعظ نہیں آپنے خلافت ثلاثہ جس طرح جھوک دابہ میں ثابت کی تھی۔ اس کا نتیجہ

ثبوت محمد خاں گاڈی اور غلام رسول نمبردار جھوک دابہ کے شیعہ ہوجانے سے

صاف ظاہر ہے رہی سہی کسر مباہلہ والے اشتہار نے نکال دی تھی۔ اور محمد خاں کی تحریر کی نقل شائع کرنے پر آپ کا دیوالہ جیسے نکلا۔ پاکستان میں مشہور ہے۔ گھر میں بیٹھ کر باتیں بنانا اور چیز ہے۔ میدان مناظرہ اور چیز ہے۔ وہاں تو دلائل سے گھبرا کر آپ نے اپنے پچھلے بزرگ بھی شیعہ بنائے ہیے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی بھی گت بنادی تھی۔ بخاری مسلم کی صحت سے انکار کر دیا تھا۔ زہری کو شیعہ بنا کر دیوبند سے فتویٰ لگا لیا تھا۔

اور مناظرہ کوٹ سماہ میں آپنے تفسیر مظہری میں بحث متعہ بھی پڑھ لی تھی کتاب بھی مانگی تھی۔ دیکھی بھی تھی۔ جس کا جواب آج تک ندارد۔ رہا آپ کا یہ قول کہ ان امور کو جمع رسول کریم نے کیا تھا۔ یا آئمہ کرام نے۔

(۲) کا جواب دے چکا ہوں۔ کہ سئلہ عزاداری فقہ سے متعلق ہے۔ شیعہ سنی فقہ کے اصول سامنے رکھ کر جس چیز کا ثبوت چاہو۔ مانگ لو۔ رونے کا پیٹنے کا زنجیر مارنے کا۔ شبیہہ تعزیہ کا۔ جلوس نکالنے کا اگر عرض نہ کر سکا ہوں تو ہمارا حرف جمع کا سوال ہے۔ باقی سب کچھ مان گئے ہیں۔ تو فرمائیے۔ قرآن مجید کس نے جمع کیا۔ حدیث کس

نے جمع کی۔ موجودہ نماز کی ہر چیز کس نے جمع کی۔ تفصیل وار ہر چیز سامنے رکھ کر جواب دیجئے۔ پھر عزاداری کی جمع پوچھیے۔ آپ کا یہ فرمان کہ آپ بدعت کے حقیقی مفہوم سے ہی جاہل ہیں۔ الجواب سرِتسلیم خم۔ میں جاہل ہی سہی۔ آپکے اِن علماء کا کیا حال ہے۔ جنہوں نے اِن چیزوں کو بدعت لکھدیا۔ اور میں نے جو شرح نووی صحیح مسلم سے بدعت کا مفہوم اور تقسیم لکھی تھی۔ اس کے جواب کو جناب نے چھیڑا تک نہیں۔ وجہ بیان فرمائیے۔

مولوی دوست محمد کو اپنی عقل کا ماتم کرنا چاہیئے۔ یا مولوی محمد اسمٰعیل کو لکھتے ہیں۔ کہ مولوی صاحب قبلہ اگر اِس آیت سے آپ کا استدلال صحیح ہے تو آپ ایک صندوق موسیٰ کا تابوت بنائیے۔ پھر جلوس نکال کر دریا پر لے جایئے۔ پھر دریا میں اس تابوت کو بہائیے۔ پھر ایک فرعون کا مجسمہ بنا کر اس کے گھر لے جائیے۔ تاکہ قرآن مجید کا مطلب آپ کی سمجھ کے مطابق پورا ہوجائے۔ الخ

الجواب

معلوم ہوتا ہے کہ قریشی صاحب ذکرہم بایام اللّٰہ کی آیت کو پیدائش موسیٰ علیہ السلام کے متعلق سمجھتے ہیں۔ بنا بریں آپ نے پیدائش موسیٰ کی تقریب اور تشبیہ کا مضحکہ اڑانے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ اس آیت کا تعلق پیدائش موسیٰ سے نہیں نہ ہم نے لکھا ہے۔ نہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔ نہ حدیث سے بلکہ یہ آیت صاف کہہ رہی ہے۔ کہ یہ وہ دن ہے جس دن موسیٰ کو حکم ہوا۔

ان اخرج قومک من الظلمات الی النور اور صاف طور پر قرآن حکیم میں ذکر ہے۔ اذ انجاکم من آل فرعون وقومہ

یوم عاشورہ وہ دن ہے۔ جس دن ظلم فرعون سے نجات ہوئی۔ اور صحیح مسلم سے عبارت بھی ہم نے نقل کر دی تھی۔ کہ ھذا یوم عظیم انجی اللہ فیہ موسیٰ وقومہ وغرق فرعون وقومہ

یوم عاشورہ کا وہ دن ہے۔ جس دن موسیٰ اور اس کی قوم کو نجات ہوئی۔ اور فرعون اور اس کی قوم غرق ہوئی۔

اب فرمایئے۔ یہ عاشورہ غرق فرعون اور نجات موسیٰ کا دن ہے یا پیدائش موسیٰ کا دن۔ کہ دودھ پلانے کی تشبیہ بنائی جائے۔ اللہ اکبر یہ تو وہ دن ہے۔ جس میں خدا نے بنی اسرائیل کے مصائب یوں پڑھے یسومونکم سوء العذاب۔ اے بنی اسرائیل تم کو برا عذاب چکھاتے ہیں۔ یذبحون ابناءکم۔ تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے۔ ویستحیون نساءکم اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے۔ معلوم ہوا روز عاشورہ مصائب خوانی کا دن ہے۔ مگر قریشی صاحب کو پیدائش موسیٰ کا دن سمجھ کر دودھ پلانے کا شبیہہ بنانے لگے۔

اب فرمائیے مجھ کو عقل کا ماتم کرنا چاہیے۔ یا قریشی صاحب کو جن کو یہ پتہ بھی نہیں۔ کہ یہ کس دن کا تذکرہ ہے۔ یہ ہے حضرت کی تحقیق

اور جواب کو اِن کے مرید بھی غور سے سُن لیں۔ مَن ضَحِكَ ضُحِكَ

الغرض قریشی صاحب! رونا پیٹنا شبیہ تعزیہ بنانا جلوس نکالنا۔ روز عاشورہ رونا۔ سب کچھ مان گئے۔ ورنہ جس چیز کا ثبوت چاہیں۔ مانگ لیں حاضر ہوں۔ اگر میری تمام عبارت کا حل بعلم اصول پیش کر دیں۔ تو قابل انعام ہیں۔

باقی ماتم بائیں شور وشین قرون ثلاثہ میں جاری ہو چکا تھا۔ مزید دیکھو اپنی کتاب تحفہ اثنا عشریہ۔

"اول کسے کہ رسوم ماتم عاشورہ نوحہ وشیون برآورد مختار است

یعنی جس نے سب سے پہلے ماتم عاشورہ کی بنیاد بائیں نوحہ شور وشین رکھی وہ امیر مختار ہے۔ اب فرمائیے امیر مختار کس زمانہ میں تھا۔ امام زین العابدین علیہ السلام اور محمد حنفیہ کا انکار تو دکھلائیے۔ ورنہ اس اثبات کے کیا معنی دیکھو اپنی کتاب تاریخ ابن کثیر ص ۲۶۵ جلد ۸۔

ثم انفق واطائفة منهم الی محمد بن الحنفية ليسالونه عن امير المختار قال الهم اما لا نكره ان ينجينا الله بمن شاء من خلقہ۔

یعنی پھر ایک وفد محمد بن حنفیہ کی طرف آیا۔ انہوں نے امیر مختار کی نسبت دریافت کیا۔ کہ کیا آپ نے فرمایا تحقیق ہم برا نہیں جانتے۔ اللہ تعالےٰ جس کے

ذریعے چاہے ہماری مدد کرے۔ اب فرمایئے مختار مددگار آل محمد ہوا یا نہیں، اس کا مقصد نصرت آل محمد ہے۔ یا نہیں۔ اس نے ماتم بایں ہیئت کذائیہ کرایا یا نہیں۔ یہ ہے۔ آپ کے جواب طفلانہ کی حقیقت

وما علینا الا البلاغ

احقاق حق و باطل کے لئے

شیعہ دار التبلیغ گوجرہ

نے شائع کیا

عرفانِ صدّیقِ اکبر

بجواب

شانِ صدیقِ اکبر

اس کتاب میں حضرت مبلغ اعظم صاحب قبلہ
نے مولوی عبدالستار تونسوی کے رسالے کا جواب
قرآن و حدیث کی روشنی میں دیا ہے۔
عنقریب چھپ کر تیار ہو جاوے گی
قیمت ۵۰/۱

ملنے کا پتہ

مکان ۴۴۴ گلی ۲۱ محلہ طارق آباد لائل پور

ناصر حسین ناصری تلمیذ حضرت مبلغ اعظم مدظلہ العالی